راہ اسلام
بحر خزر
خلیج فارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللہِ الاِسلَامُ

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالے کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

راہ اسلام
شمارہ ۷۹ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
مطابق ستمبر ۱۹۹۰ء

عکس سرورق: آزادگان کی وطن واپسی کا ایک منظر

اس شمارے میں

اداریہ: ——— ۳

ثقافتی:

تعلیمات قرآن ——— ۴
جہاد اکبر ——— از: حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ ——— ۶
تعلیمات نہج البلاغہ ——— از: حضرت آیت اللہ منتظری ——— ۹
حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی ——— ۱۳
جلاوطن اسلام ——— از: سید محمد شبیر رضوی ——— ۱۵
فارسی سیکھو ——— ۱۸
سرزمین ایران ——— ۲۰
امام حسن علیہ السلام ——— ۲۲
امام محمد باقر علیہ السلام ——— ۲۳
امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ——— ۲۵
نظم ——— ۲۶

تاریخی:

رسول اکرم پیغمبر اسلام ——— ۲۹

ایران و جہان اسلام:

ایران کی تازہ ترین پیروزی پر...... رہبر معظم آیت اللہ سید علی خامنہ ای کا پیغام ——— ۳۳
آزادگان انقلاب اسلامی کا ذخیرہ اور...... حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی ——— ۳۵
آزادگان کی وطن واپسی کے موقع پر حجۃ الاسلام سید احمد خمینی کا پیغام ——— ۳۶
خطبہ نماز جمعہ کی ایک جھلک ——— ۳۷
آزادگان کی وطن واپسی پر سفیر محترم آقای ابراہیم رحیم پور کا بیان ——— ۴۰
صدام حسین اور شاہ فہد...... از: ڈاکٹر اقبال ——— ۴۲
۱۹۴۶ سے اب تک دنیا میں امریکی فوجی مداخلت کا اجمالی خاکہ ——— ۴۴

اہم خبریں:

ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر
غلام رضا نور محمدان
خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
تلک مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

فون: ۳۸۳۲۳۲
قیمت: ۵ روپے

کلاسک پرنٹرس، ۳۰/۱۲۰ پریم نگر غازی آباد، یوپی

اداریہ :

اِنّا فتحنا لک فتحاً مبیناً

یہ ہماری امت ایثار گر کی برسوں طولانی استقامت و پائیداری کا ثمر ہے اور گلستان ایران میں آزادگان کی شکل میں کھلنے والے ان پھولوں نے دنیا والوں کے سامنے ایک نیا دلکش منظر اور خصوصی طراوت و تازگی پیش کر دی ہے اور عراقی حکومت کی جانب سے معاہدۂ الجزائر کی توثیق اور سرزمین ایران سے حملہ آور بعثی فوج کی مکمل واپسی امت اسلامیہ ایران کی عظیم الشان کامیابی ہے جس کی نشاندہی مستضعفین عالم کے قائد عظیم المرتبت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مختلف بیانات میں کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے سرزمین اسلام میں حق و عدالت کا بیج بویا جو مضبوط و تناور پودے کی شکل میں رونما ہوا اور اب اس پودے میں حقانیت کی جلوہ نمائی کے پھل دکھائی دینے لگے ہیں۔

انقلاب الٰہی ایران کو عظمت و سربلندی عطا کرنے میں امام عزیز کی قیادت و مدیریت اور علاقائی و اسلامی مسائل کے سلسلے میں ان کی پیشین گوئی نے

> ایران صدام کو شرمناک شکست سے دوچار کرے گا کیونکہ ہم نہ مغرب سے ڈرتے ہیں اور نہ مشرق سے۔ (امام خمینی رح)

ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالے کے آغاز میں ان کی پیشین گوئی کے کچھ نمونے پیش کر دیئے جائیں تاکہ قارئین کو حقیقت کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

- ہمارے ملک کی جدوجہد عقیدتی ہے اور عقیدہ کی راہ میں کئے جانے والے جہاد کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔
- ایران صدام کو شرمناک شکست سے دوچار کرے گا کیونکہ ہم نہ مغرب سے ڈرتے ہیں اور نہ مشرق سے

علاقے کے رجعت پرست حکام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

- اے قرآن و اسلام کے سمندر سے جدا ہونے والے قطرو! ہوش میں آجاؤ اور الٰہی سمندر میں پھر شامل ہو جاؤ تاکہ عالمی لٹیرے تمہیں لالچ بھری نگاہوں سے نہ دیکھ سکیں۔
- انشاء اللہ اپنے انقلاب کی بھرپور مادی و معنوی حمایت کرنے والی ملت اسلامیہ ایران دنیا

میں دشمنانِ خدا کی شکست کی شیرینی سے جنگ کی تلخیوں کی تلافی کرے گی۔

اور آج دنیا بھر کے مسلمانوں اور آزادی پسند لوگوں میں پایا جانے والا جوش وخروش شکست خوردہ دشمنانِ خدا کی حیرت زدہ آنکھیں اور حالیہ حوادث سے دشمنانِ اسلام کی ذلّت ورسوائی اور حق کی عظمت وسربلندی صاف دکھائی دے رہی ہے۔

بہرحال جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے وہ اقوام عالم کی نظر میں بالکل واضح وروشن ہے اور دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ مغرب اور عرب لیڈران ایک حیرت انگیز مقابلے کے تحت ایک دوسرے کا راز فاش کرنے میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے کے دامن پر لگے ہوئے ذلّت ورسوائی کے دھبوں کو نمایاں کر رہے ہیں۔ (الحمد للہ الشغل الظالمین بالظالمین)

اور عالمی رائے عامہ کو فریب دینے کے لئے رجز خوانی بھی ہو رہی ہے اور ہر آدمی اپنے موقف کو جائز اور حق بجانب ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کے سب مکّار وفریب کار ہیں۔ یہ ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچاتے چلے آئے ہیں اور ان کا موجودہ اقدام بھی مسلمانوں کو مہلک نقصانات سے دوچار کرتا ہے۔

درحقیقت رونگٹے کھڑے کر دینے والا حادثہ کویت علاقے کی ظالم حکومتوں اور قوموں کے لئے ایک درس عظیم تھا۔ اور اس حادثے نے مختصر سی مدت میں ساری باتیں برملا کر دیں۔ اس واقعہ کے رونما ہوتے ہی عرب لیڈروں نے خود افشاگری کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا اور امریکہ کی کمینی وشرمناک سیاسی بازیگری خود اس کے بے بنیاد دوستوں پر بھی واضح ہو گئی اور ان حقائق کے منظر عام پر آنے کے بعد بھی عرب شیوخ اور سربراہوں کا امریکہ کے دامن سے چپکے رہنا انتہائی ناپسندیدہ وناخوشگوار عمل ہے۔

> دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ مغرب اور عرب لیڈران ایک حیرت انگیز مقابلے کے تحت ایک دوسرے کا راز فاش کرنے میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے کے دامن پر لگے ہوئے ذلّت ورسوائی کے دھبوں کو نمایاں کر رہے ہیں۔

دوسری طرف امریکہ صاف لفظوں میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ اس نے علاقے میں اتنی بڑی فوج کشی محض تیل کے لئے کی ہے یعنی اس نے اپنے موقف کی ترجمانی کرتے وقت اپنے رجعت پرست دوستوں کی بھی پرواہ نہیں کی ہے اور اس سے زیادہ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ امریکی مفاد کو نگاہ میں رکھتے ہوئے سعودی حکام تیل کی پیداوار میں اضافہ کا عہد وپیمان کر رہے ہیں اور یہ اعلان کر رہے ہیں کہ اگر تیل برآمد کرنے والے ملکوں کی "تنظیم" اوپک" تیل کی میزانِ تولید میں اضافہ نہ کیا تو بھی ہم اپنے مغربی خریداروں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے تیل کی پیداوار بڑھا دیں گے۔ اپنی ان حرکتوں کے ذریعہ سعودی حکام یہ ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ مغرب بالخصوص امریکہ کی غلامی وتابعداری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ رجعت پرست عرب حکمرانوں کو تا مدتا یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ امریکہ ان کے اور تیل کے درمیان یقیناً تیل کا انتخاب کرے گا اور ان کا انجام بھی الصباح کے انجام سے بہتر نہ ہوگا۔

تمام لوگوں کو یہ بنیادی بات بخوبی سمجھ لینی چاہیئے اور غور وفکر کے بعد اس آخری نتیجے پر پہونچ جانا چاہیئے کہ سامراجی اور طاقت کی زبان میں گفتگو کرنے والے ملکوں کی طاقت کا راز دوسرے ملکوں کی کمزوری وپسماندگی میں مضمر ہے۔ اسی وجہ سے امریکہ اپنی طاقت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ یہ کوشش کرتا ہے کہ علاقے کے کمزور اور بے بنیاد عرب حکمرانوں کے ذریعہ وہ اپنے ناجائز مفاد ومصالح کی حفاظت کرتا رہے درحقیقت امریکہ ہر ممکن طریقے سے کیچڑ آلود پانی سے مچھلی پکڑنا چاہتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں سرگرداں رہتا ہے اور دوسروں کی کمزوری وپسماندگی اور ذلّت ورسوائی ہی امریکی امید کی پونجی ہے اور فقط اسی پونجی کے ذریعہ وہ اپنے شرمناک مقاصد کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ درحقیقت وہ دوسروں کی سادگی اور سادہ فکری سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ موجودہ بحران سے اس علاقے کو نجات دلانے والا ہے۔

لیکن امریکہ اپنے چہرہ پر "مقابلہ تجاوز" کی فریب کارانہ نقاب نہیں ڈال سکتا ہے اور اپنے حملوں کی توجیہ نہیں کر سکتا ہے۔ اسلامی انقلاب کے رہبر معظم آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے ٹھیک ہی ارشاد فرمایا ہے:۔

"امریکہ خود متجاوز ہے پس وہ تجاوز کو روک نہیں سکتا ہے ہم ہر تجاوز کی مذمت کرتے ہیں چاہے وہ جس طرف سے کیا گیا ہو۔"

ہم امریکہ کے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب کو نوچ کر پھینک دیں گے اور تائید الٰہی وحمایت مسلمین کے سایہ میں امریکہ کو ایک بار پھر بے نقاب کر دیں

(باقی ص۲۴ پر)

تعلیمات قرآن

ذوالقرنین

ذوالقرنین کا نام سنتے ہی قاری کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہونے لگتے ہیں کہ ذوالقرنین کون ہے اور وہ پُل کہاں ہے اور آیا دنیا کی نگاہوں نے ایسا کوئی پُل کبھی دیکھا ہے؟ اور قرآن کریم میں "عین حمئہ" نامی جس چشمہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ کہاں واقع ہے؟ اس قسم کے مختلف النوع سوالات کا جواب دینے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کا مطالعہ لازمی ہے جو داستانِ ذوالقرنین کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ویسئلونك عن ذي القرنين، قل سأتلوا عليكم منه ذكرا. إنا مكنا له في الأرض وآتيناه من كل شيء سببا. فأتبع سببا. حتى إذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب في عين حمئة ووجد عندها قوما، قلنا يا ذا القرنين إما أن تعذب وإما أن تتخذ فيهم حسنا. قال أما من ظلم فسوف نعذبه ثم يرد إلى ربه فيعذبه عذابا نكرا. وأما من آمن وعمل صالحا فله جزاء الحسنى وسنقول له من أمرنا يسرا. ثم أتبع سببا. حتى إذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع على قوم لم نجعل لهم من دونها سترا. كذلك وقد أحطنا بما لديه خبرا. ثم أتبع سببا. حتى إذا بلغ بين السدين وجد من دونهما قوما لا يكادون يفقهون قولا. قالوا يا ذا القرنين إن يأجوج ومأجوج مفسدون في الأرض فهل نجعل لك خرجا على أن تجعل بيننا وبينهم سدا. قال ما مكني فيه ربي خير فأعينوني بقوة أجعل بينكم وبينهم ردما. آتوني زبر الحديد حتى إذا ساوى بين الصدفين قال انفخوا حتى إذا جعله نارا قال آتوني أفرغ عليه قطرا. فما اسطاعوا أن يظهروه وما استطاعوا له نقبا. قال هذا رحمة من ربي فإذا جاء وعد ربي جعله دكاء وكان وعد ربي حقا.

ترجمہ:- اور (اے رسول) تم سے لوگ ذوالقرنین کا حال (امتحاناً) پوچھا کرتے ہیں تم انکے جواب میں کہہ دو کہ میں تمہیں اسکا کچھ حال بتائے دیتا ہوں (خدا فرماتا) ہے کہ ہم نے اس کو زمین پر قدرت و حکومت عطا کی تھی اور ہم نے اسے ہر چیز کے ساز و سامان دے رکھے تھے وہ ایک سامان (سفر کے) پیچھے پڑا یہاں تک کہ جب (چلتے چلتے) آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو آفتاب ان کو ایسا دکھائی دیا کہ (گویا) وہ کالی کالی کیچڑ کے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اسی چشمہ کے قریب ایک قوم کو بھی آباد پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تم کو اختیار ہے) خواہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کی سزا کرو (کہ ایمان لائیں) یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو (کہ خود ایمان قبول کریں) ذوالقرنین نے عرض کی جو شخص سرکشی کرے گا تو ہم اس کی فوراً سزا کر دیں گے (آخر) پھر تو وہ (قیامت میں) اپنے پروردگار کے سامنے لوٹا کر لایا ہی جائے گا اور وہ بری سے بری سزا دے گا ہی اور جو شخص ایمان قبول کرے گا اور اچھے اچھے کام کرے گا تو (ویسا ہی) اس کے لئے اچھے سے اچھا بدلہ ہے اور ہم بہت جلد اسے اپنے کاموں میں سے آسان کام (کرنے) کو کہیں گے۔ پھر اس نے ایک دوسری راہ اختیار کی یہاں تک کہ جب چلتے چلتے آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو آفتاب اسے ایسا ہی دکھائی دیا (گویا) کچھ لوگوں کے سر پر اس طرح طلوع کر رہا ہے جن کے لئے ہم نے آفتاب کے سامنے کوئی آڑ نہیں بنایا تھا اور تھا بھی ایسا ہی اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ بھی تھا ہم کو اس سے پوری واقفیت تھی (غرض) اس نے پھر ایک اور راہ اختیار کی یہاں تک کہ جب چلتے چلتے روم میں ایک پہاڑ کے کنگروں (دیواروں) کے بیچوں بیچ میں پہنچ گیا تو ان دونوں دیواروں کے اس طرف ایک قوم کو (آباد) پایا جو بات چیت کچھ سمجھ ہی نہیں سکتی تھی ان لوگوں نے مترجم کے ذریعہ سے) عرض کی اے ذوالقرنین (اسی گھاٹی کے ادھر) یاجوج ماجوج کی قوم ہے جو ملک میں فساد پھیلایا کرتے ہیں تو اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم لوگ اس غرض سے آپ کے پاس چندہ جمع کریں کہ آپ ہمارے اور انکے درمیان کوئی دیوار بنا دیں ذوالقرنین نے کہا کہ میرے پروردگار نے خرچ کی جو قدرت مجھے دے رکھی ہے وہ (تمہارے چندہ سے) کہیں بہتر ہے (مال کی

ضرورت نہیں) تم فقط مجھے قوت سے مدد دو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک روک بنادوں (اچھا تو) مجھے (کہیں سے) لوہے کی سلیں لا دو (چنانچہ وہ لوگ لائے اور ایک بڑی دیوار بنائی یہاں تک کہ جب دونوں نگروں کے درمیان دیوار کو بلند کر کے ان کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ (اس کے گرد آگ لگا کر) دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو (دھونکتے دھونکتے) لال انگارا بنادیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا دو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں (غرض) وہ ایسی اونچی مضبوط دیوار بنی کہ نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ ہی سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے ذوالقرنین نے (دیوار کو دیکھ کر) کہا یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے مگر جب میرے پروردگار کا وعدہ (قیامت) آئے گا تو اسے ڈھا کر ہموار کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

(سورۂ کہف آیات ۸۳ - ۹۸)

داستان ذوالقرنین

داستان ذوالقرنین اس شخص سے منسوب ہے جس نے عرصۂ دراز سے ماہرین فلسفہ و محققین کو اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے اور جس کی شناخت کے لئے کافی کوشش کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید نے جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے وہ تاریخی اعتبار سے کون ہے؟ اور تاریخ کے نامور لوگوں میں سے ذوالقرنین کا اطلاق کس پر ہوتا ہے۔ مفسرین کے درمیان اس موضوع پر اکثر گفتگو رہی ہے اور اس سلسلے میں مختلف النوع نظریات سامنے آ چکے ہیں اور ان میں سے تین نظریات بہت اہم ہیں لیکن ان نظریات کے تذکرہ سے قبل قرآن کریم میں منقول داستان ذوالقرنین کا اجمالی تجزیہ لازمی معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اس آدمی کا نام و نسب اور ولادت و دیگر واقعات زندگی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے لیکن دیگر داستانوں کا ذکر کرتے وقت بھی قرآن مجید کا انداز بیان بالکل ایسا ہی رہا ہے اور کسی داستان کے تمام پہلوؤں کی طرف واضح اشارہ نہیں کیا ہے چنانچہ ذوالقرنین کے سلسلے میں بھی اس کے تین سفر کے تذکرہ پر ہی اکتفا کی ہے۔ اپنے سفر کے پہلے مرحلہ میں وہ اس جگہ پہونچتا ہے جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ اس جگہ کا نام عین حمعہ (حامیہ) ہے یہاں وہ ایک قوم کو دیکھتا ہے۔ دوسرے مرحلہ میں وہ مغرب سے مشرق کی طرف سفر کرتا ہے اور اس جگہ تک پہونچ جاتا ہے جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے، یہاں بھی اس کی ملاقات ایک قوم سے ہوتی ہے اور خداوند عالم نے اس قوم اور آفتاب کے درمیان کوئی پردہ نہیں رکھا ہے اور تیسرے مرحلہ میں وہ پلوں کے درمیان پہنچتا ہے اور وہاں بھی اس کی ملاقات کچھ لوگوں سے ہوتی ہے ان لوگوں نے یاجوج و ماجوج کے شر کی شکایت کی اور یہ تجویز رکھی کہ وہ کچھ بجٹ اس کے حوالے کرتے ہیں تاکہ وہ ان لوگوں کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دے جو ان کے علاقے میں یاجوج و ماجوج کے فساد کو آگے نہ بڑھنے دے۔ وہ ان لوگوں کی تجویز قبول کرتے ہوئے ایک ایسا پل بنانے کا وعدہ کر لیتا ہے جو ان کی خواہش کے مطابق ہو لیکن وہ کسی قسم کا ہدیہ قبول نہیں کرتا ہے اور ان لوگوں سے فقط لوگوں سے تعاون کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے بعد پل تیار کرنے کے لئے لازمی وسائل مثلاً لوہا وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

قرآن مجید نے اس داستان کے ساتھ اس کی کچھ خصوصیات کا بھی ذکر کیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے (...) کہ اس داستان میں جس آدمی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اپنی زندگی میں ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا جانے لگا تھا اور قرآن مجید میں اس داستان کی شمولیت سے پہلے کا زمانہ تھا۔ داستان کے طرز بیان سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عہد رسولؐ میں اس داستان کے نزول سے قبل ذوالقرنین کا نام لوگوں کی زبان پر تھا اور لوگ آنحضرتؐ سے ان کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے مثلاً قرآن مجید کے یہ جملے ملاحظہ ہوں (یسئلونک عن ذی القرنین) و (قلنا یاذی القرنین) و (قالوا یاذی القرنین) آخری دونوں جملوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا نام یہی تھا اور لوگ اس کو اسی نام سے مخاطب کرتے رہے ہیں۔

اس شخص کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ خدا و قیامت پر ایمان رکھتا تھا اور دین حق کا پیرو تھا جیسا کہ قرآن کریم میں نقل کیا گیا ہے۔

(ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا) اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا (اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من آمن و عمل صالحا اس کے علاوہ اس آیۂ کریمہ سے (قلنا یاذا القرنین اما ان تعذب و اما . . . فیھم حسنا پتہ چلتا ہے کہ خداوند عالم اسے مکمل اختیار دیدیتا ہے اور اس سے اس حقیقت کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے کہ اس کا دینی مرتبہ کیا تھا اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نے اس کی تائید اور اس کی مدد بھی کی تھی۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جس کے لئے خداوند عالم نے دنیا و آخرت کی نیکی جمع کر دی تھی۔ دنیوی خیر و برکت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اسے ایسی سلطنت کا مالک بنایا تھا کہ وہ مشرق سے مغرب کا سفر کر سکے اور کو

(باقی [illegible] پر)

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "جہاد اکبر" میں ملت اسلامیہ عالم کو جہاد اکبر یعنی اپنے نفس کے خلاف جہاد کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے کیونکہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا دشمن کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام خمینی جیسی عظیم شخصیت کا سانحۂ ارتحال امت اسلامیہ عالم کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے اور اس کی تلافی کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے افکار و خیالات سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آگاہ کیا جائے اور ان کے مشن کو جان سے زیادہ عزیز رکھا جائے۔ اور ان کا مشن اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

زیر نظر مقالہ میں امام خمینیؒ نے مستند احادیث کی روشنی میں علماء دین کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کیا ہے کیونکہ اگر علماء دین کی جماعت اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے تو اسلامی معاشرہ کی گمراہی کے امکانات کم ہوا کرتے ہیں۔

قسط ۶

از: حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

جہاد اکبر

گذشتہ سے پیوستہ

اگر انسان دنیا پرستی اور مفاد پرستی کے عارضے میں مبتلا ہو گیا ہے "اس کے دل پر دنیا کی محبت نے قابو پا لیا ہے، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے بیزار ہے (نعوذ باللہ) خدا، خدا کے بندوں، نبیوں، ولیوں اور فرشتوں سے دشمنی کر رہا ہے ان کی طرف سے بغض و کینہ اور فرشتوں سے دشمنی کر رہا ہے ان کی طرف سے بغض و کینہ محسوس کرتا ہے تو جس وقت اللہ پاک کے ملک الموت فرشتے اس کی جان لینے آتے ہیں وہ ان سے نفرت اور بیزاری محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ خدا اور اس کے فرشتے اس کو اس کے محبوب، دنیا اور دنیا کی چیزوں سے جدا کر رہے ہیں۔ ایسا شخص ممکن ہے دنیا سے اللہ تعالیٰ سے عداوت و دشمنی لے جائے۔ قزوین کے ایک بزرگوار۔ (ان پر اللہ کی رحمت)، بیان کیا ہے کہ ایک ایسے شخص کے سرہانے میں موجود تھا جو نزع کے عالم میں تھا زندگی کے آخری لمحات میں اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا" جو ظلم مجھ پر اللہ نے کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا۔ میں نے کس طرح اپنے جگر کو خون کر کے ان بچوں کو پال کر جوان کیا ہے اور اب وہاں سے مجھے چھڑا رہا ہے۔ کیا اس سے بڑا کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟" اگر کوئی انسان اپنی تہذیب خود نہیں کرتا، دنیا سے پیچھا نہیں چھڑاتا، حب دنیا اپنے دل سے نہیں نکالتا تو اس کے لئے ڈر اس بات کا ہے کہ مرتے وقت وہ اپنی جان اس طرح دے کہ اس کا دل اللہ اور اولیاء اللہ کے لئے بغض و کینہ سے بھرا ہوا ہو۔ یہ خطرناک مرحلے یہ برے نتائج صرف انسان کو درپیش ہیں۔ یہ اشرف المخلوقات ایسی بدنصیبی سے دوچار ہے۔ مگر کیا یہ بے لگام اشرف

المخلوقات ہے؟ یا حقیقتاً یہ بدترین مخلوق ہے؟

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿۲﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

(قسم ہے زمانے کی۔ کہ نوع انسانی گھاٹے میں ہے سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے" عمل صالح کیا، حق کی وصیت کی، صبر کی وصیت کی۔ سورۂ عصر) اس سورے میں صرف ان مومنین کو الگ کیا گیا ہے جو عمل صالح کرتے ہیں اور عمل صالح وہ عمل ہے جو روح کے لئے سازگار ہو مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے بہت سارے اعمال جسم کے لئے مناسب ہوتے ہیں۔ ان کے لئے سفارش تک کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر ایسا ہے کہ دنیا کی اور اپنے نفس کی محبت نے آپ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور وہ آپ کو حقائق اور واقعی امور کو سمجھنے اور آپ کے اعمال کو صرف اللہ کے لئے نہیں ہونے دیتی، آپ کو حق اور صبر کی سفارش و وصیت کرنے سے روکتی ہے، آپ کے لئے ہدایت کی راہ بند کئے ہوئے ہے، آپ کو نقصان میں مبتلا کئے ہوئے ہے، تو آپ دنیا اور آخرت دونوں جگہ گھاٹے میں ہیں ۔ کیونکہ آپ نے اپنی جوانی تو کھو ہی دی، اب جنت کی نعمتوں اور آخرت کے مزوں سے بھی محروم ہو رہے ہیں نہ دنیا آپ کی رہی نہ آخرت۔ دوسروں کے لئے اگر جنت کا راستہ نہیں ہے، رحمت الٰہی کا دروازہ ان پر بند ہو چکا ہے۔ اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلنا ہے تو کم سے کم دنیا تو ان کی ہے۔ دنیا کے مزے تو وہ لے رہے ہیں اور آپ ۔ ؟

بچئے اس بات سے کہ خدانخواستہ دنیا اور نفس کی محبت آہستہ آہستہ آپ میں بڑھتی چلی جائے اور نوبت یہاں تک پہونچے کہ شیطان آپ کا ایمان لوٹ لے۔ اس کے سارے وسیلے دن رات کی سرگرمیاں صرف اس لئے ہیں کہ وہ انسان کا ایمان چھین لے۔ کسی نے اس بات کی ضمانت نہیں دی کہ آپ کا ایمان ثابت رہے گا۔ شاید ایمان ایک امانت ہے جسے (ڈر یہ ہے کہ) بالآخر شیطان آپ سے لے لے اور آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کے دشمن بن کر اس دنیا سے تشریف لے جائیں جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے فمن الایمان مایکون مستقراً فی القلوب ومنہ مایکون عواری بین القلوب والصدور الٰی اجل معلوم۔

زندگی بھر اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ) کے دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد آخر میں خدانخواستہ آپ اپنی جان اپنے ولی نعمت کی دشمنی کے عالم میں سپرد کریں۔ اگر آپ کو دنیا کے ساتھ تعلق، ربط یا محبت ہے تو کوشش کر کے اسے توڑ دیجئے۔ یہ دنیا اپنی ساری ظاہری ترک بھڑک کے باوجود اتنی حقیر ہے کہ اس سے محبت نہیں کی جا سکتی کیا ہوتا اگر انسان زندگی کے ان مظاہر سے بھی محروم ہوتا۔ آپ کے پاس مال دنیا میں سے کیا ہے کہ اس سے آپ دل لگائیں۔ آپ ہیں اور یہ مسجد۔ یہ محراب یہ مدرسہ یا آپ کے گھر کا کونا۔ کیا یہ ٹھیک ہوگا کہ مسجد و محراب کے لئے آپ ایک دوسرے سے رقابت کریں۔ اختلاف پیدا کریں اور معاشرہ میں پھوٹ ڈالیں۔ اور ایک نئی بات، اگر دنیا والوں کی طرح آپ کی زندگی بھی خوش حال اور شاندار ہو جائے اور خدانخواستہ آپ بھی اپنی عمر پینے کھانے میں اڑا دیں تو آخر میں آپ دیکھیں گے کہ خوشی کے دن تو خواب کی طرح گذر گئے لیکن اس زمانے کی عقیدت اور ذمہ داری آپ کے گلے پڑی ہوئی ہے۔ یہ تیزی سے گذر جانیوالی زندگی، جو بظاہر مزے کی ہے کیونکہ بڑے مزے سے گذر جاتی ہے، اس نہ ختم ہونے والے عذاب کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے (جو عاقبت میں دیکھا جائے گا) وہاں دنیا داروں کے لئے عذاب کبھی کبھی بے انتہا بھی ہو جاتا ہے۔

نئے نئے دنیا دار یہ خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے دنیا کو ہتھیا لیا ہے اور اس کے سارے مزے اور منافع ان کو حاصل ہیں۔ وہ غفلت اور غلطی کر رہے ہیں۔ ہر آدمی دنیا کو اپنی زندگی کے محل اور احاطے کی کھڑکی سے دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ دنیا بس یہی ہے جو اس کے پاس ہے۔ مگر جسمانی دنیا اس سے کہیں زیادہ پھیلی ہوئی ہے جتنی کہ آدمی تصور کرتا ہے جتنی وہ چاہتا ہے، جتنی وہ دریافت کرتا ہے، اور جتنی کی سیر کرتا ہے۔ یہ دنیا ان تمام آلات و وسائل کے باوجود جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ "مانظر الیہا نظر رحمۃ" (نہیں دیکھا اس کی طرف رحمت کی نظر سے" اس لئے اس دوسری دنیا کی طرف توجہ کرنا کیسا رہے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی نظر ڈالی ہے۔ وہ "معدن عظمت" جس کی طرف انسان بلایا گیا ہے کیسا ہے؟ کیا ہے؟ انسان کی کیا حیثیت ہے کہ یہ سمجھ سکے کہ معدن عظمت کیا ہوگا؟

اگر آپ اپنی نیت کو خالص کر لیں اپنے عمل کو صالح بنا لیں، اپنے دل سے آپ اپنے نفس اور دبدبے کی محبت کو نکال دیں تو آپ کے لئے اونچے مقام اور اونچے درجے مہیا ہو جائیں گے۔ وہ مقامات جو اللہ کے نیک بندوں کی نگاہ میں رچے بسے ہیں اور دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے باوجود ان مقامات کے مقابلے میں ایک کھوٹے سکے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی کوشش کیجئے تاکہ آپ ان بلند مقامات تک پہونچ جائیں۔ اگر ہو سکے تو اپنے کو ایسا بنایئے، اتنی ترقی دیجئے کہ ان مقامات اور اونچے درجات تک کی بھی پرواہ نہ رہے۔ خدا کی عبادت ان مرتبوں کو پا لینے کے لئے نہ کیجئے بلکہ اس کی بندگی اس لئے کیجئے

کر وہ بندگی اور بڑائی کے لائق ہے۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے۔

ان قوما عبدوا اللہ رغبۃ فتلک عبادۃ التجار وان قوما عبدوا اللہ رھبۃ فتلک عبادۃ العبید وان قوما عبدوا اللہ شکرا فتلک عبادۃ الاحرار۔

بہ تحقیق لوگ اللہ کی عبادت لالچ میں کرتے ہیں یہ عبادت بیوپاریوں کی ہے اور بعض اللہ سے ڈر کے اس کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہوتی ہے اور بعض اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں یہی عبادت آزاد انسانوں کی ہے۔

اس کے حضور سجدہ کرو مٹی پر پیشانی رگڑو۔ یہ ایسی حالت ہوتی ہے جبکہ نور کے پردے چاک کر کے معدن عظمت یا مرکز عظمت کو حاصل کیا جاتا ہے۔ کیا آپ اپنے خالی اعمال و کردار کے ساتھ۔ اس راستے سے جس پر آپ چل رہے ہیں اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں؟

کیا عذاب الٰہی سے نجات گناہ کے ہولناک نتائج سے گریز اور جہنم کی آگ سے بچاؤ بہ آسانی ہو جائے گا؟!

کیا آپ کے خیال میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کا رونا اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کا فریاد کرنا صرف دنیا کو سکھانے کے لئے تھا؟ صرف اس لئے تھا کہ دوسرے ان سے سبق لیں۔؟!

وہ مقدس ہستیاں اپنی ساری روحانیت اور بلند درجات رکھتے ہوئے خوف خدا سے روتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو راستہ سامنے ہے اس پر چلنا کس قدر مشکل اور خطرے سے بھرا ہوا ہے۔ وہ پل صراط جو ناہموار ہے جس کے ایک طرف دنیا ہے دوسری طرف آخرت ہے اور جو جہنم پر سے

> بہ تحقیق لوگ اللہ کی عبادت لالچ میں کرتے ہیں یہ عبادت بیوپاریوں کی ہے اور بعض اللہ سے ڈر کے اس کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہوتی ہے اور بعض اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں یہی عبادت آزاد انسانوں کی ہے۔

گزرتا ہے، اسے پار کرنے کی مشکلوں اور سختیوں سے وہ بزرگوار اچھی طرح واقف تھے، قبر، برزخ اور قیامت کے ہولناک عذاب کی کیفیتوں کو وہ جانتے تھے۔ اسی لئے کبھی انھوں نے آرام نہیں کیا ہمیشہ آخرت کے سخت عذابوں سے وہ خداوند تعالیٰ کی پناہ کے طالب رہے۔

آپ نے ہولناک عذابوں اور نڈھال کر دینے والے نتائج کے بارے میں کیا سوچا ہے نجات کی کونسی راہ نکالی ہے۔ اپنی اصلاح و تہذیب کی طرف کب توجہ فرمائیں گے؟ آپ ابھی جوان ہیں۔ جوانی کا زور رکھتے ہیں آپ کے قویٰ آپ کے قابو میں ہیں ابھی تک جسمانی کمزوری نے آپ کو زیر نہیں کیا ہے۔ اگر ایسی حالت میں آپ نے اپنا تزکیہ اور اپنی تعمیر کی فکر نہ کی تو بڑھاپے کے زمانے میں جب کمزوری سستی۔ ڈھیلا پن اور سرد مہری جسم و جان پر قبضہ جمالیں گی۔ جب ارادے فیصلے اور مقابلے کی قوت جاتی رہے گی جب گناہ اور سرکشی کی شدت سے

دل کی سیاہی بڑھ جائے گی اس وقت اپنی ذات کی تعمیر اور اپنے نفس کی صفائی آپ کیونکر کر سکیں گے؟ ہر سانس جو آپ لے رہے ہیں ہر قدم جو آپ اٹھا رہے ہیں عمر کا ہر وہ لمحہ جو آپ گزار رہے ہیں اصلاح کے امکانات کو مشکل سے مشکل تر کرتا جا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اندھیرا اور تباہی پہلے سے زیادہ ہو گئی ہو۔ عمر جیسے جیسے بڑھتی ہے انسان کی کامیابی میں رکاوٹیں بڑھتی جاتی ہیں۔ امکانات کم ہوتے جاتے ہیں بڑھاپے تک پہونچنے کے بعد تو مشکل ہی ہے کہ آپ اپنی تہذیب میں فضیلت کے حصول میں اور تقویٰ اختیار کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ توبہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ توبہ صرف "اتوب الی اللہ" کہہ دینے سے نہیں ہو جاتی ہے اس کے لئے پچھلے گناہ سے ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ضروری ہے۔ وہ شخص جو پچاس ستر سال غیبت اور جھوٹ میں گزار چکا ہے گناہ اور سرکشی کرتے ہوئے جس نے اپنی داڑھی سفید کر لی ہے اس شخص کو پشیمانی اور ترک گناہ کے عزم سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ وہ تو اپنی زندگی کے آخر تک اس میں پھنسا رہے گا۔

جوانوں کو اس کا گمان نہیں ہوتا کہ پیری کی خاک ان کے سر اور چہرے کو سفید کر دے گی ہم بوڑھے ہو چکے ہیں اس لئے بڑھاپے کی مصیبتوں اور مشکلوں کو جانتے ہیں۔ آپ جب تک جوان ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں، جب تک جوانی کی قوت اور ارادے کی مضبوطی ہے اپنی خواہشات نفسانی دنیا بھر کی ہوس رانی اور جذبات حیوانی کو ختم کر سکتے ہیں لیکن اگر جوانی ہی میں اس کی فکر نہ کی اپنی اصلاح اور اپنی تعمیر نہ کی تو بڑھاپے میں کچھ نہیں ہونے کا۔ جب تک جوان ہیں اپنی فکر کر لیں بوڑھے پھونس ہونے کا انتظار نہ کیجئے۔

(باقی آئندہ)

تعلیماتِ نہج البلاغہ

از حضرت آیت اللہ منتظری

معرفتِ خداوندی

گذشتہ سے پیوستہ

اور اگر ہم یہ کہیں کہ کلام خداوندی قدیم ہے تو دو قدیم کا وجود لازمی طور پر نمایاں ہوتا ہے یعنی جس طرح خدا قدیم ہے بالکل اسی طرح کلام خداوندی نامی ایک صفت بھی قدیم ہو۔ اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے خداوند عالم کا ایک شریک تسلیم کرلیا ہے اور یہ سراسر شرک ہے۔ البتہ اشاعرہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جملہ صفات خداوندی قدیم ہیں اور اس کی ذات پر اضافہ بھی ہیں۔ اسی وجہ سے ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر صفات خداوندی قدیم اور اس کی ذات پر اضافہ ہیں تو پھر ہمیں قدمائے ثمانیہ کا معتقد ہونا چاہیے یعنی آٹھ قدیم کو تسلیم کرلینا ہے جنہیں ایک خداوند عالم ہے اور سات اس کی صفات ہیں!! اور یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ اقانیم ثلاثہ کے معتقد ہیں اور یہ لوگ آٹھ قدیم کا عقیدہ رکھتے ہیں!

پس اگر یہ کہا جائے کہ کلام خدا قدیم ہے اور ذات خداوندی سے علیحدہ ہے تو یہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ ذات خداوندی کے علاوہ ہم ایک دوسرے قدیم کے معتقد ہوجائیں اور یہ شرک ہے اسی وجہ سے حضرت امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "وانما کلامہ سبحانہ فعل منہ انشاہ" یعنی کلام خداوندی درحقیقت خداوند عالم کی طرف سے ایک کام ہے جس کو اس نے ایجاد کیا ہے اور یہ کام حادث ہے قدیم نہیں ہے۔

جیسا کہ گذشتہ شماروں میں بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ میں معرفت خداوندی کی وضاحت کے لئے اکثر صفات سلبیہ کا سہارا لیا ہے کیونکہ ذات الٰہی کا احاطہ کرنا اور اس کی صفات کمالیہ یا صفات ثبوتیہ پر بحث ومباحثہ کرنا ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ نیز صفات سلبیہ کے سلسلے میں بھی یہ وضاحت پیش کی جاچکی ہے کہ یہ مخلوقات عالم میں موجود عیوب ونقائص سے متعلق ہیں اور مخلوقات میں پائی جانے والی تخلیقی کمزوریوں کی نشاندہی کرتی ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم ان عیوب ونقائص سے پاک وبے نیاز ہے تو درحقیقت اس کے ساتھ صفات سلبیہ کے ذریعہ خداوند عالم کی معرفت کا اعلان کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح نور یعنی روشنی مختلف مراتب کی حامل ہوتی ہے اسی طرح مخلوقات بھی تخلیقی مراتب کی حامل ہیں مثلاً پانچ وولٹ کے بلب میں روشنی بہت کم ہوتی ہے اور ۶۰ وولٹ کے بلب میں روشنی زیادہ ہوتی ہے اور جیسے جیسے بلب کے وولٹ میں اضافہ ہوتا ہے روشنی میں اضافہ یقینی ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ آفتاب عالم تاب تک پہونچ جاتا ہے جو روشنی کا مرکز ہے۔ جس طرح سورج میں روشنی ہوتی ہے بالکل اسی طرح پانچ وولٹ کے بلب میں روشنی ہوتی ہے لیکن روشنی کی مقدار کے مطابق دونوں میں فرق ہوتا ہے اور حقیقت پر مبنی ایک دوسرے سے فرق رکھنے والی ان چیزوں کو فلسفہ کی اصطلاح میں "مقول تشکیک" کہتے ہیں یعنی ایک ایسی طبیعت جو مراتب کی حامل ہے: مرتبۂ شدیدہ، مرتبۂ

متوسط اور مرتبۂ ضعیف۔

درجاتِ وجود:

پس روشنی حامل مراتب ہے اور جتنی کمزور ہوتی ہے اتنی ظلمت و تاریکی سے قریب نظر آتی ہے اور تاریکی جس قدر اس کا احاطہ کرے اس کی روشنی اسی حد تک کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً تاریکی کے حاشیہ پر واقع روشنی انتہائی کمزور ہوتی ہے لیکن جیسے جیسے وہ اوپر اٹھتی ہے اس میں زیادتی پیدا ہوتی رہتی ہے یعنی اس میں تاریکی و ظلمت کا پہلو کمزور اور نورانیت کا پہلو زیادہ طاقتور و شدید ہو جاتا ہے۔ وجود و ہستی بھی بالکل اسی طرح ہے۔ وجود ایک ایسی حقیقت بھی ہے جو اس وجہ سے مقول بتشکیک ہوتی ہے کہ تمام مخلوقات مراتب وجودی کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں بلکہ انہیں سے ہر ایک مخصوص مرتبہ کی حامل توانائی و کمزوری اور شدت و ضعف کی بنیاد پر ایک دوسرے سے مختلف و متفاوت ہیں اور انہیں سے بعض تحقیقی اعتبار سے مقدم اور بعض موخر ہیں۔ پس جس طرح روشنی کا اطلاق خورشید اور پانچ وولٹ کے بلب پر بھی ہوتا ہے بالکل اسی طرح تمام مخلوقات عالم بھی وجود کی حامل ہیں اگرچہ ہر وجود دوسرے وجود سے مختلف ہوتا ہے۔

کہکشاں اور افلاک سے لیکر ہماری زمین تک سارا عالم مادہ ایک کمزور وجود کا حامل ہے۔ یہ وہی مادہ ہے کہ مادیت پرست اس کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں عالم مادہ کے علاوہ دنیا میں اور کوئی وجود و مخلوق نظر نہیں آتا۔

درحقیقت عالم مادہ، عالم وجود کا پست ترین مرتبہ ہے اور اس کے انتہائی کمزور ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ حرکت کے سہارے منزل کمال حاصل کرنا چاہتا ہے اور حرکت فقط ان کمزور مخلوقات کے لئے مخصوص ہے جو ضعف سے کمال کی طرف بڑھنا چاہتی ہیں۔

جو بچہ رحم مادر میں ہو اس سے اگر یہ کہیں کہ رحم مادر سے کہیں زیادہ وسیع دنیا موجود ہے تو اس کو قطعی یقین نہ آئے گا کیونکہ اس نے فقط اپنی اسی مختصر سی دنیا میں ہی زندگی بسر کی ہے اور اگر اس میں سمجھنے کی کچھ صلاحیت موجود ہے تو وہ بھی اسی دنیا تک محدود ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی ہے لیکن جب وہ اس دنیا میں آتا ہے تو فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس سے قبل اس نے ایک قیدی کی زندگی بسر کی ہے

اور عالم مادہ کے علاوہ دوسرے عالم پر اعتقاد نہ رکھنے والے درحقیقت عالم مادہ سے زیادہ قوی عالم کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک اندھیری جھونپڑی میں پانچ واٹ کے بلب کی روشنی میں زندگی بسر کرتا ہے اور جس نے سورج کی روشنی کبھی نہیں دیکھی ہے۔ اگر اس آدمی کے سامنے سورج کی روشنی کا ذکر کیا جائے تو وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرے گا کیونکہ اس نے اپنی پوری زندگی میں پانچ واٹ کے بلب سے زیادہ روشنی کبھی دیکھی ہی نہیں ہے پس وہ یہ قبول ہی نہیں کر سکتا ہے کہ کوئی روشنی پانچ واٹ سے زیادہ بھی ہوتی ہے۔ جو بچہ رحم مادر میں ہو اس سے اگر یہ کہیں کہ اس رحم مادر سے کہیں زیادہ وسیع دنیا موجود ہے تو اس کو قطعی یقین نہ آئے گا کیونکہ اس نے فقط اپنی اسی مختصر سی دنیا میں ہی زندگی بسر کی ہے اور اگر اس میں سمجھنے کی کچھ صلاحیت موجود ہے تو وہ بھی اسی دنیا تک محدود ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی ہے لیکن جب وہ اس دنیا میں آتا ہے تو فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس سے قبل اس نے ایک قیدی کی زندگی بسر کی ہے۔ یہی بات ہم لوگوں پر بھی صادق آتی ہے کہ ہم لوگوں سے چاہے جتنا کہیں کہ یہ دنیا عالم ظلمت اور پست ترین مرتبہ وجود کی حامل ہے اور اس عالم مادہ سے کہیں زیادہ کامل دنیا موجود ہے لیکن مادہ سے سروکار رکھنے والے ہم سبھی لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے اور ہم عالم مجردات کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اور قیامت و بہشت و جہنم کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

مادیت پرستوں کی فکر بھی عالم مادہ تک محدود ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کا وجود فقط مادہ پر منحصر ہے جبکہ عالم مادہ کے سلسلے میں ایک الہی و مومن فلسفی کا یہ عقیدہ ہے کہ حقیقت کو نور سے واضح

کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ "جنۃ عرضہا السمٰوات والارض" یعنی ہم ہر مومن کو جو بہشت عطا کریں گے اس کی وسعت زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔ واضح رہے کہ یہ بات تقرب ذہن کے لئے کہی گئی ورنہ عالم مجردات و عالم آخرت کی حقیقت اس سے زیادہ بلند و بالا ہے۔

عالم مادہ پست ترین عوالم وجود :

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ معرفت خداوندی کا تعارف پیش کرنے کے لئے خداوند عالم کی صفات سلبیہ کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ ذات خداوندی کا ادراک ناممکن ہے۔ وہ تو بالاترین مرحلۂ ہستی ہے اور جملہ عوالم وجود خداوندی کا سایہ و پرتو ہیں۔ وجود خداوندی اس لامحدود نور کی مانند ہے جو کمل و مجسم نور ہے اور تا ابد ظلمت و تاریکی سے قریب ہونے والا نہیں ہے اور عالم مادہ سے بلند و بالاتر عوالم بھی ہیں جو زیادہ روشنی سے مالا مال اور تخلیقی اعتبار سے کہیں زیادہ قوی و طاقتور ہیں۔ یہاں تک کہ اس لامتناہی نور کی ایک ہلکی اور انتہائی کمزور سی جھلک عالم مادہ تک پہونچتی ہے لہٰذا یہ عالم مادہ پست ترین عوالم وجود ہے۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ان کمزور عوالم میں چھپی ہوئی کمزوریوں اور خامیوں کا شمار کرتے ہوتے ہم لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ خداوند عالم ان عیوب ونقائص کا حامل نہیں ہے بلکہ خداوند عالم تو ایک وجود کامل ہے اور عیوب ونقائص تخلیقی مراتب کے اعتبار سے نچلی سطح پر ہونے کی وجہ سے وجود کامل تک نہیں پہونچ سکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لایقال کان بعد ان لم یکن فتجری علیہ الصفات المحدثات"

یعنی کہا نہیں جاتا ہے کہ تھا نہ ہونے کے بعد کیونکہ

ایسی صورت میں اس پر تازہ رونما ہونے والی صفات جاری ہو جاتی ہیں۔

وقت، لوازم مادہ ہے :

ہم حادث، مخلوقات ہیں کیونکہ وقت کے جس حصہ میں ہم ہیں اس سے پہلے نہیں تھے اور اس کے بعد بھی ہم موت سے ہم آغوش ہو کر نیست و نابود ہو جانے والے ہیں لیکن خداوند عالم کے سلسلے میں حدوث کا تصور بھی محال ہے کیونکہ حدوث کا مطلب "وجود بعد العدم" ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم ایک دن معدوم رہے اور پھر اس کے بعد موجود ہو جائے کیونکہ یہ تخلیقی کمزوری پر مشتمل نقص ہے لیکن خداوند عالم ازل سے ہے اور ہمیشہ ہے اور اس کے بارے میں کوئی وقت یا زمانہ نہیں تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ وقت بھی لوازم عالم مادہ ہے اور خداوند عالم وجود محض اور ہستی لامحدود ہے۔

وقت، معنی فعل کے علاوہ کچھ نہیں ہے

یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ خدا تھا نہ ہونے کے بعد۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اس جملے میں "کان" فعل ماضی اور "یکون" فعل مستقبل کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے اور علم نحو کے اعتبار سے بھی کان فعل ماضی اور یکون فعل مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن حقیقت کچھ اور ہے یعنی وقت، معنی فعل کے علاوہ کچھ نہیں ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ فعل ماضی تحقق کے لئے اور فعل مستقبل ترقب کے لئے ہے۔ پس محقق بات کے لئے فعل ماضی اور جو بات محقق ہونے والی ہے اس کے لئے فعل مستقبل کا استعمال کرتے ہیں۔

لہٰذا فعل ماضی تحقق کے لئے یعنی یہ کہنا چاہتا ہے کہ ایک چیز درحقیقت واقع ہو چکی ہے اور فعل مستقبل ترقب کے لئے ہے یعنی یہ کہنا چاہتا ہے کہ امید ہے کہ وہ چیز واقع ہو جائے۔ لیکن عالم مادہ میں ہر چیز وقت سے انجام پاتی ہے اور ہر کام وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اشیاء کا تحقق گذشتہ وقت کے مطابق ہوتا ہے اور اس کا ترقب مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے کیونکہ مادہ وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہے لیکن خداوند عالم تو عالم زمان سے پہلے ہے اور جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ زمانہ حرکت کی مقدار ہے اور حرکت بھی مادہ کی خصوصیات میں سے ہے پس اگر کوئی وجود مادہ سے پہلے ہو تو وقت و حرکت کا اس وجود تک رسائی حاصل کرنا ناممکن ہے۔

لہٰذا جب ہم خداوند عالم کے سلسلے میں فعل ماضی کا استعمال کرتے ہیں اور مثلاً یہ کہتے ہیں کہ "کان اللہ سمیعا بصیرا" تو اس جگہ وقت و زمان مراد نہیں ہے بلکہ یہ کسی چیز کے تحقق یا عملی جامہ پہننے کی دلیل ہے بالکل اسی طرح جیسے فعل مستقبل کسی چیز کے ترقب و امید پر دلالت کرتا ہے۔ پس فرق یہ ہے کہ اگر مادی موجودات کے لئے ان کا استعمال کیا گیا ہے تو چونکہ مادہ وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے لہٰذا کان سے مراد گزرا ہوا زمانہ اور یکون سے مراد آئندہ زمانہ ہی ہوگا۔

پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ جب خداوند عالم کے سلسلے میں کسی فعل کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس کو وقت

وزمانہ سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے یعنی اسمیں زمانہ کا مفہوم تو ہوتا ہے لیکن چونکہ ذاتِ خداوندی کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے اسی وجہ سے وقت وزمانہ کو اس سے الگ کر دیا گیا ہے لیکن حق بات تو یہ ہے کہ دراصل فعل میں وقت وزمانہ کا گزر ہی نہیں ہے۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ پہلے غلط تھا اور بعد میں ہو گیا کیونکہ یہ حادث موجودات کی صفات ہیں اور اگر کوئی غلطی سے بھی خداوند عالم کے سلسلے میں اس قسم کی بات کہتا ہے تو وہ خداوند عالم کے لئے ایک حادث صفت کا قائل ہوجاتا ہے "فتجری علیہ الصفات المحدثات" کو نہج البلاغہ کے مختلف نسخوں میں دو طرح سے لکھا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے "صفات" کو الف ولام کے ساتھ "الصفات" نقل کیا ہے جبکہ ایسی صورت میں صفات موصوف ہوجاتا ہے اور محدثات اس کی صفت یعنی وہ صفات جو حادث ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جن شارحین نے بغیر الف و لام کے نقل کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے (فتجری علیہ صفات المحدثات) یعنی خداوند عالم پر جاری ہوتی ہے موجودات حادث کی صفات اور یہ ان صفات میں سے ایک ہے جو میرے آپ کے اور تمام مخلوقات کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

گذشتہ شمارہ کے حوالے :-

سلہ - سورۂ توبہ آیت ۱۱۱۔

سٹہ - سورۂ بقرہ آیت ۱۵۴

سکہ - مرحوم حاجی سبزواری ارادہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عقیب داع درکنا الملایما
شوقاً موکداً ارادۃ سما۔

یعنی وہ شوق موکدہ جو غور وفکر اور سوجھ بوجھ کے بعد ہماری فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے وہ ارادہ کہلاتا ہے۔ مرحوم ملاصدرا ارادہ کے ابتدائی مراحل کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "انا نتصور ونصدق بفائدۃ العائدۃ الینا تصدیقا..... حصلت الارادۃ المسماۃ بالاجماع"۔ (اسفار جلد ۲ ص ۳۴)

سٹہ - توحید صدوق میں ارادہ خالق و ارادۂ مخلوق کے سلسلے میں امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس میں آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ "الارادۃ من المخلوق... کما انہ بلا کیف" یعنی مخلوق کا ارادہ اس کا اندرونی اور روحانی امر ہے جس کے بعد وہ کوئی کام انجام دیتا ہے۔ لیکن خداوند عالم کا ارادہ اس کا خلق کرنا اور پیدا کرنا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ نہ سوچتا ہے اور نہ قصد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ غور وفکر بھی نہیں کرتا ہے۔ ان صفات کی رسائی خداوند عالم تک نہیں ہے کیونکہ یہ بندوں کی صفات ہیں لیکن ارادۂ خداوندی خود اس کا وہ کام ہے کہ وہ کہے "کن" یعنی ہوجا "فیکون" اور ہوجائے بغیر الفاظ و زبان کے بات کہنا اور آواز دینا اور سوچنا ——— ارادہ خداوندی کے سلسلے میں "کیسے" کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس کا ذات خداوندی تک رسائی حاصل کرنا ناممکن ہے۔

اسی طرح ایک صحابی کا بیان ہے کہ "میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر بعد عمرو بن عبید امام کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا۔ "یا امام! میں آپ پر قربان ہوجاؤں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے "ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھوی" یعنی جس پر میرا غیض و غضب نازل ہوا اس کا زوال ہوگیا۔ آخر خداوند عالم کا غضب کیا ہے!

امام محمد باقرؑ نے جواب دیا۔ "ھو العقاب یا عمرو انہ من زعم ان اللہ قد زال من شیء الی شیء فقد وصفہ صفۃ مخلوق۔ وان اللہ تعالیٰ لا یستفزہ شیء فیغیرہ" یعنی اے عمرو! غضب خداوندی وہی اس کا عقاب ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ خداوند ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے خداوند عالم کو مخلوق کی صفت سے وابستہ کر دیا ہے۔ خداوند عالم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی بلکہ وہ مخلوق میں تغیر کیا کرتا ہے۔ کافی جلد ۱ ص ۱۳۹۔

۱۳۹

شہ - سورۂ توبہ آیت ۴

ثہ - سورۂ آل عمران - آیت ۳۱

شہ - سورۂ فتح - آیت ۱۸

شہ - توحید صدوق ص ۱۶۹

بقیہ: دنیا میں امریکی مداخلت

قتل و غارت گری کرتی رہی۔

۱۹۸۰ء - امریکی گوریلا فوجیوں نے امریکی جاسوسوں کی آزادی کے بہانہ ایران پر حملہ کیا لیکن اس فوجی حملے میں امریکہ کو شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور امریکی جنگی ہیلی کاپٹر ٹکرا کے طبس میں تباہ ہوگئے۔

۱۹۸۲ء - امریکی بحری افواج کے ۲ ہزار تجربہ کار فوجیوں نے بین الاقوامی فوج کے پردہ میں لبنان میں فوجی مداخلت کی اور اس فوجی مداخلت کو جائز قرار دینے کے لئے یہ بہانہ بنایا کہ لبنان میں صلح و سلامتی کی تشکیل لازمی ہے۔

۱۹۸۳ء - گرینیڈا نامی ملک پر امریکی افواج نے براہ راست دھاوا بول دیا یہ حملہ اس ملک میں حکومت کی تبدیلی کے فوراً بعد کیا گیا۔

۱۹۸۶ء - امریکی جنگی جہازوں نے صدر لیبیا معمر قذافی کے محل پر حملہ کر دیا۔ طرابلس اور بن غازی میں اس حملہ و بمباری کے دوران تقریباً چار سو افراد

باقی ص ۳۲ پر

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی

مختصر حالات و خدمات

۲۹ اگست ۱۹۹۰ء عالمِ اسلام کے مایۂ ناز مفکر و دانشور حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی کی المناک موت نے دنیائے اسلام کے ہر قلب کو مجروح و داغدار بنا دیا۔ اپنی ۹۶ سالہ زندگی کے دوران وہ تمام مسلمانوں بالخصوص دینی درسگاہ کے طالب علموں کے لئے چشمہ فیاض کی حیثیت رکھتے تھے اور انھوں نے اپنی پُر برکت زندگی کے دوران حوزۂ علمیہ قم اور مسلمانانِ عالم کی وہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ امام خمینیؒ کی قیادت میں عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے والے اسلامی انقلاب کے رونما ہونے کے بعد وہ امام خمینیؒ کے مخلص ساتھی کی حیثیت سے اسلامی انقلاب اور اسلام کی خدمت میں ہمہ تن سرگرم رہے۔

۱۹۸۹ء میں اپنے اہم پیغام عاشورہ میں انھوں نے اسلامی انقلاب کے عظیم مقاصد کی راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہونے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے اعلان کیا تھا۔

جس قوم کو خمینیؒ جیسے اولادِ حسینؑ کی قیادت حاصل ہو اس کے لئے اس سے زیادہ شرمناک بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ آہنی ارادہ رکھتے ہوئے بھی دنیا کی کسی طاقت سے خوفزدہ ہو جائے! یہ قوم خدا کی راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہونے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہے اور اس سلسلے میں اپنی آمادگی کا اعلان کرنے کے لئے عاشورۂ حسینی کے دوران میں کفن پوش رہوں گا اور امت ایران سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس موقع پر اپنی کفن پوشی کے ذریعہ مشرق و مغرب کی اسلام دشمن طاقتوں پر یہ واضح کردیں کہ وہ اس راہ میں شہادت کو گلے لگانے کے لئے آمادہ ہے یعنی امریکہ کو اس حقیقت کا بھی اندازہ ہو جانا چاہیئے کہ ایران میں موت کا کوئی مفہوم نہیں ہے یعنی اس ملک میں موت سے خوفزدہ ہونے والا کوئی نہیں ہے۔

آپ کا اسم مبارک سید شہاب الدین الکنیت ابوالمعالی اور آپ کی شہرت مرعشی نجفی کے نام سے ہے۔ ۲۰ صفر ۱۳۱۵ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح آپ نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ذات شرافت حسب و فضیلت نسب سے مالامال ہے کیونکہ والد کی طرف سے آپ کا تعلق محدث معروف علامہ سید قطب الدین مرعشی المعروف بہ "میر بزرگ" سے ہے اور آپ کا سلسلۂ نسب ۳۲ واسطوں سے چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے اور

آپ کی والدۂ ماجدہ علویہ صالحہ مرحوم آیت اللہ آقا سید ابوالقاسم الحوئی ابن مرحوم آقا سید مہدی خوئی کی بیٹی ہیں۔

آیت اللہ مرعشی نجفی نے ابتدائی تعلیم والد محترم اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیمات کے لئے مرحوم آیت اللہ العظمیٰ آقا ضیاالدین عراقی جیسے نامور اساتذہ کی شاگردی اختیار کی اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اپنی غیر معمولی ذہانت و مذہبی لگن کی وجہ سے کچھ ہی دنوں میں ان کے نمایاں ترین شاگرد بن گئے۔ انھوں نے دسیوں مراجع تقلید کی تصدیق سے سندِ اجتہاد حاصل کرنے کے بعد روضۂ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کیلئے ایران کا سفر اختیار کیا اور مرحوم حاج شیخ عبد النبی نوری و مرحوم آیت اللہ آقا حسین نجم آبادی اور مرحوم آیت اللہ آشتیانی جیسے مشہور زمانہ اساتذہ سے کسب فیض حاصل کرنے کے لئے ایک سال تک تہران میں مقیم رہے۔ پھر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کے لئے قم تشریف لے گئے اور مرحوم حاج آیت اللہ شیخ عبد الکریم حائری

یزدی قدس سرہ کی خواہش کے بموجب حوزۂ علمیہ قم کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ قم اور دیگر علاقوں کے اکثر نامور علماء کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ آیت اللہ مرعشی کو اکثر اسلامی علوم و معارف پر مکمل دسترس حاصل تھی کیونکہ کمسنی کے زمانہ ہی سے انہیں نامور اساتذہ کی سرپرستی حاصل ہو گئی تھی۔

ان کا پہلا رسالہ عملیہ ۱۳۴۷ھ میں "سبیل النجاۃ" کے نام سے شائع ہوا اور دو سال بعد دوسرا رسالہ عملیہ "توضیح المسائل" کے نام سے منظر عام پر آیا جس کے پچاس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ فقط ایران ہی نہیں بلکہ مختلف عرب ممالک، ترکی، ہندستان، پاکستان، افغانستان اور انڈونیشیا میں ان کے مقلدین کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔

ان خدمات کے ساتھ ہی ساتھ ان کی تعمیراتی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں اور نمایاں و یادگار تعمیر عظیم عوامی لائبریری ہے جس کا افتتاح ۱۳۹۴ھ میں ہوا۔ اس سے قبل لائبریری کی کوئی الگ عمارت نہیں تھی بلکہ ان کے مدرسہ کا ایک حصہ تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے قم کے مختلف علاقوں میں چار مذہبی درسگاہوں کی تعمیر کرائی انہیں سے ایک مدرسہ کی عمارت اس جگہ پر ہے جہاں شاہی حکومت کے زمانے میں قم کا واحد سینما گھر واقع تھا اور جس کو انقلابی سرگرمیوں کے دوران مجاہدین اسلام نے ایک دھماکہ کا شکار بنا دیا تھا۔ آیت اللہ مرعشی نے اسے خرید کر ایک عالیشان مدرسہ بنوا دیا۔ ان درسگاہوں کے علاوہ قم اور دوسرے مختلف علاقوں میں سیکڑوں مساجد و دینی مراکز کی دیکھ بھال میں ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آیت اللہ مرعشی نجفی کا تدریسی معمول یہ تھا کہ وہ صبح کے وقت روضۂ معصومۂ قم کی چھت پر واقع مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور شام کے وقت اپنے گھر میں درس دیتے تھے جس میں سیکڑوں فضلا و مدرسین بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر روز سیکڑوں خطوط کا پڑھنا اور ان کا جواب تحریر کرنا بھی ان کا معمول تھا جنمیں وہ اپنے مقلدین کو مطلوبہ مذہبی مسئلہ کے سلسلے میں شرعی احکام و قوانین سے آگاہ کیا کرتے تھے۔

ان کے چار بیٹے ہیں اور سب سے بڑے فرزند حاج سید محمود مرعشی ان کے مدارس اور ان کی لائبریری کے متولی ہیں اور یہ کام آیت اللہ نے انہیں اپنی حیات ہی میں سپرد کر دیا تھا۔ وہ مذہبی کام کے سلسلے میں آئے دن ایران و کویت اور عراق کے مختلف شہروں اور دیہی علاقوں کا دورہ کیا کرتے تھے اور اپنی آنکھ کے علاج کے سلسلے میں انہوں نے اسپین اور برطانیہ کا سفر بھی کیا تھا۔

اپنے سفر کے دوران آیت اللہ مرعشی نجفی نے مختلف بین الاقوامی دانشمندوں سے ملاقات اسلامی موضوعات پر گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔ ایسے عالمی دانشوروں میں علامہ سید محمود شکری آلوسی، علامہ سید علی خطیب، سید یاسین حنفی، انستانس کرملی بغدادی، شیخ عبدالسلام شافعی کردستانی، سید ناصر حسین ہندی ابن سید حامد حسین صاحب کتاب عبقات الانوار، مشہور ہندستانی دانشور ٹیگور اور پروفیسر ہانری کربن فرانسیسی کے نام قابل ذکر ہیں۔

ان غیر معمولی دینی خدمات کے علاوہ آیت اللہ مرعشی نجفی نے مختلف اسلامی موضوعات و مسائل پر پچاس سے زیادہ کتابیں اور رسالے تحریر کئے ہیں۔ انمیں سے بیشتر کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور غیر مطبوعہ کتابوں کی اشاعت کا کام چل رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی تصانیف و تالیفات کا تفصیلی تذکرہ اس مختصر سے مقالے میں قطعی ممکن نہ ہوگا لہٰذا آئندہ کسی موقع پر ان کی تصانیف اور علمی خدمات کا تفصیلی تجزیہ حاضر خدمت کیا جائے گا۔

بقیہ:

جلاوطن اسلام۔

سا امن و سکون ملا اشاعت اسلام کا وہ طریقہ جس پر رسولؐ نے عمل کیا تھا جسے فاطمہؑ نے برتا تھا جس پر علوی سیاست کی بنیاد تھی۔ ترقی اسلام کی وہ صورت جس کا منظر حسنؑ مسموم کی صلح میں نظر آیا۔ اور حسینؑ شہید کے صبر آزما امتحان میں دیکھا گیا۔ ان کے ان فرزندوں کو معلوم تھا۔ وہ بے دست و پا جس جگہ جاتے تھے وہیں کامیاب ہو کر دکھا دیتے تھے کہ اسلام پھیلانے کے لئے تلوار اور زہر کی ضرورت نہیں بلکہ اس اخلاق کی ضرورت ہے جس نے رسولؐ کو خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز کیا اس شیریں زبان کی احتیاج ہے جس نے علیؑ کے لئے لسان اللہ کا لقب پیدا کیا۔ ان کی زندگی فلسفۂ اسلام کا روشن ترین پہلو تھی۔ ان کی حیات سچے اسلام کی ترقی کی آئینہ دار تھی کاش انہیں موقع دیا جاتا۔

اسلام قید و بند کی آزادی کے مترادف تھا۔ وہ حدود کے اندر رہنا ہی نہ جانتا تھا لیکن خود غرض اور شخصی جاہ و ثروت کے رنگین تصور کا برا ہو کہ اسلام کو ہمیشہ ذاتی مفاد کا آلہ کار بنایا گیا اور اسے ہمیشہ آزاد اشاعت سے روکا گیا۔

یہ تیرا ہی کام تھا اے فاطمہؑ کے دل کے چین
جان دیکر روح پھونکی پیکر اسلام میں۔

از : سید محمد شبیر رضوی (کوپوی)

جلاوطن اسلام

حرکت میں زندگی کا راز!

زندگی حرکت کا دوسرا نام ہے۔ حرکت ہی سے زندگی پہچانی جاتی ہے۔ اس بیمار کا تصور کیجئے جس کی سانسوں کا شمار کیا جا رہا ہو ڈاکٹر اس کے قلب کی آخری حرکت اور نبض کی آخری ضرب تک اس کی حیات کا یقین رکھتا ہے اس کے بعد موت کی منزل ہے۔ مذہب اسلام اپنی بہت سی خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت بھی رکھتا ہے کہ اس نے مذہب کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے سلسلہ میں دنیا کے چپہ چپہ میں پہونچنے کا حکم دیا۔ سیروا فی الارض کہہ کر اسلام نے دنیا کے علوم کی وسعت تنگ کر دی اور اس پر اکسا دیا کہ مسلمان زمین کے ان گوشوں کو تلاش کرے جہاں تک کسی کی نظر نہ پہنچ سکی تھی۔ مسلمان اگر اس مختصر سے فقرے پر ذرا بھی غور کرتے تو انٹارکٹک میں ان کے جہاز پہنچے۔ قطب شمالی میں ان کی آبادی ہوتی اور ہمالیہ کے سر بلند چوٹی ایورسٹ پر انکشافات کے سلسلہ میں انہیں کا نام لیا جاتا۔

اپنے ابتدائی دور میں ہی اسلام نے اپنی خصوصیت کا اظہار شروع کرا دیا تھا۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنے جانے کے لائق تھی کہ انہوں نے اپنا وطن چھوڑ کر ابی سینا کا رخ کیا حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام اپنی وسعت نظر میں وطن کے مفہوم ہی کو جغرافیائی حدود میں مقید کرنا نہ چاہتا تھا۔ ابی سینا مسلمانوں کی نگاہوں کا پہلا مرکز بنا۔ اس کا اثر یہ رہا کہ آج تک وہاں مسلمانوں کی تعداد قابل رشک ہے۔ جب ایک جگہ کامیابی نہ ہو تو مایوس ہو کر ہاتھ پیر نہ ڈال دینا چاہیئے۔ رسولؐ اسلام کی مقدس زندگی اس زرین اصول کی آئینہ دار ہے۔ مکہ ان کی قدر کرنے پر تیار نہ تھا۔ طائف کے لوگ انہیں نہ سمجھتے تھے لیکن مدینے کی آغوش تو واتھی یہ ایک مستقل مضمون ہے کہ ہجرت نبوی کا اثر تاریخ عالم پر کیا پڑا یہاں ضمناً صرف اسلام کی اس جدوجہد کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جو اسلام کو اپنی زندگی کے سلسلہ میں کرنا پڑی اپنی ابتدا سے لیکر اب تک ہمیں مسلسل ہجرت کا سبق ملتا ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنی ظاہری خلافت کے زمانے میں کوفہ کو دارالحکومت بنانا پسند کیا۔ امام حسنؑ نے معاویہ کی ریشہ دوانیوں کا راز فاش کرنے کے لئے مدائن کی جانب کوچ کیا۔ امام حسینؑ نے یزید کے خود ساختہ نظام اسلام کا تختہ الٹ دینے کے لئے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق کا سفر کیا۔ ایک مختصر سی مدت میں حسینؑ نے عرب کا ایک بہت بڑا خطہ طے کر کے دنیا کو اپنے مقصد سے آگاہ بنا دیا اور یہ دکھا دیا کہ اسلام زندہ ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا مطلب تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب سے بڑا اور اہم راز ہمیشہ یہی تھا کہ جتنے لوگوں میں بھی صحیح اسلام کی تبلیغ ہو سکے بہتر ہے۔ تار اور ٹیلیفون کا زمانہ نہ تھا ریل گاڑیاں اور موٹر کا وجود نہ تھا وہی گھوڑے تھے اور وہی اونٹ ...... اور وہی تبلیغ اسلام کا جوش۔ جس وقت حسینؑ نے مدینے میں سکونت قیام ترک کی اور رسولؐ کی ضریح اقدس کو الوداع کہا ماں کی قبر مطہر کو چھوڑا حسنؑ مسموم کے مزار پاک سے رخصت ہوئے اس وقت کسے معلوم تھا کہ حقیقی اسلام کی ساری کائنات ایک تبلیغی ادارے کی حیثیت رکھتی ہے۔ محمد حنفیہ اور عبداللہ سے بڑھ کر کون ان کا مزاج شناس ہو سکتا تھا لیکن امامت کی آنکھ مستقبل کے پردوں کو چیر کر دیکھ رہی تھی جو آج ہمارے سامنے ہے۔ ان حضرات کی نظریں ظاہری اسباب وعلل سے وابستہ تھیں۔ ان کے دماغ وقتی مصالح کے اسیر تھے۔ لیکن رسولؐ کی گود کا پالا حسینؑ سیاست اور حکمت کا ایک نیا معیار پیش کر رہا تھا۔ حسینؑ نے محمدیؐ پالیسی سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں رکھا۔ جس طرح رسولؐ نے موقع کو سمجھ کر مکہ سے مدینہ کا رخ کیا تھا جس طرح علیؑ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا تھا اسی طرح بالکل اسی طرح حسینؑ نے مرکز توجہ بدل دیا۔ فتح مبین کے بعد مکہ میں یہ دوسرا شاندار داخلہ تھا۔ اگرچہ وقت نے بہت بڑی تبدیلیاں کر دی تھیں

اگر کعبہ میں بھی پناہ نہیں دی جا سکتی تو حسینؑ کے ساتھ اور ہمدردی بڑھ جانی چاہیئے۔ کیونکہ حسینؑ نے وہ جگہ پسند کی تھی جہاں بے زبانوں کو بھی اسلام پناہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ حسینؑ کے ترک حج سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اموی حکومت اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کس درجہ بےقرار تھی۔

یہاں ان تفصیلات کی ضرورت نہیں جن کے تحت امام کو یہ صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں بلکہ عرض کرنا صرف یہ ہے کہ اسلام مجبور ہو جانے کا نام نہیں، اسلام خودکشی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسلام اس لئے جان بچانے پر زور دیتا ہے کہ وہ کسی اور ہنگامہ کن موقع پر کام آ سکے۔ حسینؑ کی شہادت مدینہ میں بھی ممکن تھی اور کعبے کے اندر بھی لیکن وہ ایسی جگہ تجویز کر رہے تھے جہاں واقعہ ایک اہم تاریخی حیثیت حاصل کر لے۔ کربلا کی اجڑی ہوئی زمین پسند کی گئی اور آزادی و خود مختاری کا علم یہیں بلند کیا گیا۔ صاحبان بصارت دیکھیں کہ حقیقی اسلام کا یہ پرچم وہیں لہرا رہا ہے۔ جو سمجھ سکتے ہوں وہ سمجھیں کہ صداقت اور آزادی ضمیر کی قربان گاہ میں اسوۂ خواب ہونے والے کون تھے!؟

آزادی ضمیر اور آزادی عمل انسان کا فطری حق ہے۔ آج دنیا کی تمام بغاوتوں اور انقلابات کے پردے میں یہی روح کارفرما ہے۔ حسینؑ بھی مجبور کئے جا رہے تھے کہ وہ اپنی آزادی روح کو ایک نام نہاد مسلمان بادشاہ کی خواہشات پر قربان کر دیں۔ لیکن یہ تو اسلام کی روح کے منافی تھا۔ حسینؑ نے خاموش انقلاب کے ذریعہ سے دنیا کو جگا دیا۔ ان کے چند دوست اور چند اعزا اُن کی پیروی پر تیار تھے اور ان کے لئے یہی کافی تھا۔ اگر کوئی بھی ساتھ نہ دیتا تو بھی حسینؑ کی تنہا شہادت اس مفہوم کو واضح کرتی۔ ظلم و استبداد کے مقابلہ میں اسلام کی جانب سے صداقت اور آزادی، حریت اور مساوات

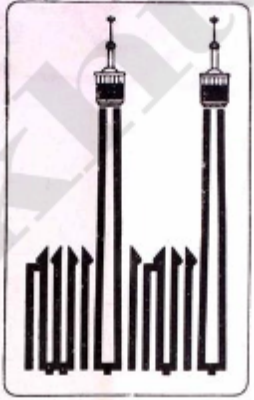

کے حربے پیش کئے گئے۔ نتیجہ کے لئے ہم کو دور نہیں جانا پڑا ہے۔ کسی ملک کی تاریخ بتا دیگی کہ حسینؑ کا اصول سیاست بین الاقوامی زاویۂ نگاہ سے قابل قدر تھا۔ وہ شخصی حکومت جس کی بنیاد معاویہ کے زمانے میں مضبوط ہو گئی لیکن جس کے خواب پہلے سے دیکھے جا رہے تھے، وہ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا شوق جو رسولؐ کی آنکھ بند ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد بلا وجہ پیدا ہو گیا تھا، وہ سیم و زر کی جھنکار سے لطف اندوز ہونے کی تمنا جو اسلام سے دور کر رہی تھی حسینؑ کو کسی طرح پسند نہ آ سکتی تھی۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ علیؑ بیت المال کی ایک کوڑی بھی ذاتی ضرورت کے لئے حرام جانتے ہیں۔ انہوں نے اپنے جدِ مکرم والا معظم و برادر محترم کی سادہ زندگی کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ سید المرسلینؐ کی گود میں پلے تھے ان سے بہتر اسلام کا سمجھنے والا اور کون ہو سکتا

تھا۔ وہ اسلام کے ساتھ تھے اور اسلام ان کے ساتھ تھا۔

جب یزید کی فوجیں حسینؑ کے جسم کے ٹکڑے کر رہی تھیں تو گویا باطل حق کے مٹانے پر تلا ہوا مگر حسینؑ کا خون کربلا کی ریگ گرم پر آزاد اسلام کی تاریخ لکھ رہا تھا اور ہم آج بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حسینؑ کا کربلا آنا اسلام کی زندگی کا بڑا ثبوت تھا۔ ان کی شہادت نے ان کے قوی کو مضمحل نہیں بنایا بلکہ گویا قوت بخش دی اکثر مریضوں کو تازہ خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام بیمار تھا اور حسینؑ سے زیادہ تازہ اور قیمتی خون کہاں مل سکتا تھا۔ اسلام میں پھر مدافعت کی قوت آ گئی اور حسینؑ کے بعد جو مختصر سا لٹا ہوا قافلہ کربلا سے کوفہ اور کوفے سے دمشق کی جانب روانہ تھا وہ اسلام کی حیات کا ثبوت تھا۔ کچھ بے وارث عورتیں، کچھ بچے اور ایک بیمار جوان بڑی بڑی فوجوں کے حلقے میں۔ تمام مادی اشیاء سے دور رہ کر کمزور بنائے ہوئے لوگ استقلال اور پامردی کے ساتھ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ راستہ میں شکوہ شکایت کے دفتر نہیں کھولے اپنے وارثوں اور عزیزوں کو شہید کرنے والوں کو بد دعائیں نہیں دیں۔ بلکہ سب اپنے اپنے ذہن میں ایک تقریر کا خاکہ تیار کرتے رہے۔ حقائق اسلام اور کربلا کے واقعہ کی حقیقی نوعیت کو مختصر الفاظ میں بیان کرنے کے لئے مختصر جملوں کی تقریر ذہن نشین کرتے رہے۔ جب کوفی کا بازار قریب آیا اور رسولؐ کی نواسیوں کا تماشہ دیکھنے والا مجمع قریب آ گیا تو جناب زینب علیہا السلام نے زبان کھولی۔ ام کلثوم علیہا السلام نے کچھ کہا جناب کبریٰ نے مجمع کو مخاطب کیا۔ اب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ حسینؑ انہیں کیوں ساتھ لائے تھے۔ اب یزید کی محنت پر پانی پھر چکا تھا اُن کی فصیح تقریروں کے جملے دہرائے جانے لگے ایک کان سے دوسرے کان تک پہنچے اور آج تک تاریخ انہیں اپنے دامن میں جگہ دیئے ہوئے ہے۔ یزید کے ہوا خواہوں

نے سمجھا تھا کہ اسلام خاک و خون میں غلطاں کربلا کے بن میں بے گور و کفن پڑا ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ اسلام زندہ ہے حسینؑ کا سر نوکِ نیزہ پر تلاوت کلام پاک نہ کرتا تو بھی اسلام کی زندگی کا ثبوت ان مخدراتِ عصمت و طہارت کی تھرتھراتی ہوئی آواز نے دیا ہوتا۔

وہ کوفہ کا بازار ہو یا دمشق کا اسلام صداقت کا اعتراف چند سچے مسلمانوں کی وجہ سے ہوتا ہے حق یوں دبایا جاتا ہے کہ کہیں سے یہودی راہب نکال دیا گیا تو کہیں صحابیٔ رسولؐ پر ظلم کیا گیا لیکن بیمار سجادؑ نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور وہ تاریخوں میں مرقوم ہو گیا کوفہ کے لوگ جو ابھی کچھ دن پہلے علیؑ کے خطبے بار ہا سن چکے تھے یکبارگی چونک پڑے کیونکہ تاریخیں ہمیں بتاتی ہیں کہ زینبؑ کے لہجہ میں امیر المومنینؑ کے طرزِ ادا کی پوری شان تھی۔ وہ حکومت کے خوف سے کچھ نہ کہہ سکیں لیکن ان کے ذہن ایک دفعہ پھر اسی عہدِ حکومت کی جانب مبذول ہو گئے ہوں گے۔ جس میں عہدِ رسالتؐ کی جھلک تھی بھولا ہوا سبق یونہی یاد دلایا جا سکتا تھا۔

کوفہ اور دمشق کے لوگ حضرت علیؑ کے بعد اسلام کا ایک نیا خاکہ دیکھ رہے تھے۔ ابھی عرب کی جاہلیت میں کوئی بڑی کمی واقع نہ ہوئی تھی۔ ابھی لوگ صرف سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے تھے۔ جب حکومت کے عمالوں کی زبان سے مسجد کے منبروں سے یزید اور یزیدیت کا پروپیگنڈہ ہوتا تھا تو وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب صحیح ہے مگر آج چند عورتیں سارے مجمع کو مخاطب کر کے اس شیرازہ کو درہم برہم کر رہی ہیں۔ وہ یزید کی بسائی ہوئی دنیا میں آگ لگا رہی ہیں۔ وہ اموی حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی تعلیم دے رہی ہیں۔ جہلائے عرب کو جس چیز کی تعلیم کتابوں سے دینا ممکن نہ تھا اسکو دوسری طرح مہیا کیا گیا۔ اب یزید اور اس کے بہی خواہ

اکثر مریضوں کو تازہ خون کی ضرورت ہوتی ہے اسلام بیمار تھا اور حسینؑ سے زیادہ تازہ اور قیمتی خون کہاں مل سکتا تھا۔

کسی بھی طرح اسلام کی صورت مسخ کرنا چاہیں لیکن وہ بہر صورت اپنے وصل خد و خال میں ضرور موجود رہے گا۔ کیونکہ لوگوں نے دیکھ لیا اور سن لیا ہے۔

بات میں بات نکلتی آئی ورنہ کہنا صرف یہ تھا کہ اسلام جلا وطن ہو کر بھی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا رہا۔ رسولؐ اور ان کے گھرانے کے لوگ ہر طرح سے مجبور بنائے جانے کے باوجود جہاں تک پہونچ سکتے تھے گئے یہی تو وجہ ہے کہ کوئی نجف میں آسودۂ خواب ہے کوئی بقیع میں کسی کو کربلا میں جگہ ملی تو کسی نے غریب الوطنی کے عالم میں ارضِ طوس کو شرف بخشا۔ حکومت کی جانب سے ہر طرح کی روک تھام تھی۔ کسی کی ساری عمر قید خانے میں بسر ہوئی اور کسی کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیا گیا۔ کسی کے گلے پر تلوار رکھ دی گئی اور کسی کو زہر ہلاہل کے گھونٹ پلائے گئے لیکن جب یہ لوگ کبھی ایک قدم بھی چلے تو حکومت وقت تھرا گئی اور ہمیشہ یہ گمان ہوا کہ ان کی تعلیمات شخصی اور استبدادی حکومت کی بنیاد ہلا دیں گی۔

اس موقع پر ایک ضروری بات اور سمجھ میں آتی ہے۔ آئمہ اسلام کی جلا وطنی کبھی کبھی قہری ہوا کرتی تھی یعنی حکومت خود بے چین ہوتی تھی کہ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا دے تاکہ وہ ایک ہی جگہ رہ کر کافی قوت پیدا نہ کر لیں۔ امام رضا علیہ السلام کے واقعات مثال کے لئے پیش کئے جا سکتے ہیں ان کے ایران جانے کا جو اثر ہوا اور جس طرح ہر جگہ ان کا خیر مقدم ہوا وہ مامون رشید کی زمانے کی کسی بھی تاریخ میں پڑھا جا سکتا تھا۔

حکومتیں ان کے ہر اقدام پر تھرا جاتی تھیں کیونکہ جہانبانی کا اصلی حق انہیں لوگوں کے لئے تھا۔ رسولؐ کے خاندان کا ہر شخص حکومت وقت کے باغی کی طرح دیکھا جاتا تھا۔ نشست و برخاست پر پابندیاں عائد کی جاتی تھیں۔ حراستوں میں رکھے جاتے تھے اور جب وہاں کے نگہبانوں پر ہمدردی کا شبہ ہو جاتا تو دوسری جگہ تبدیل کئے جاتے۔ بے بنیاد الزام لگا کر انہیں ہر طرح سے مجبور کیا جاتا تھا۔ اس عالم میں بھی اسلام سے سچی محبت کرنے والوں کی نگاہوں کا مرکز وہی بنے رہتے تھے۔ اکثر علمی اور مذہبی پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے حکومت خود ان کے قید خانوں تک جاتی تھی۔ جب اسلام پر کوئی برا وقت پڑتا تھا تو محسنِ اسلام کے خاندان ہی کے لوگ اسے حل کیا کرتے تھے۔ جب کبھی آئمہ اطہارؑ باہر نکلتے تھے تو ان کے ساتھ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ فوج و لشکر کا تو ذکر کیا زادِ راہ تک مہیا نہ ہوتا تھا۔ وہاں ان کے منہ میں وہ صداقت شعار زبان تھی جس سے حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ ہاں ان کے پہلو میں ایک قوی دل تھا جو مصائب کی شدت میں بھی نہ دھڑکتا تھا۔ ان کا اخلاق اور ان کی تعلیمات بھی انقلابات کا پیش خیمہ بن سکتی تھیں۔ لیکن اس کے اظہار کا موقع انہیں کبھی نہ دیا جاتا تھا اس کا ثبوت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی سے مل سکتا ہے جنہیں تھوڑا

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

درس چہل و پنج

فعل

معلوم ——— مجہول

احمد کتاب را از روی میز برداشت ۔ کتاب از روی میز برداشتہ شد ۔

جملۂ اوّل میں فعل **برداشت** کی، احمد سے جوکہ فاعل ہے، نسبت دی گئی ہے۔ یعنی وہ احمد ہے جس سے فعل **برداشتن** سرزد ہوا ہے۔ پس اس جملہ میں فاعل آشکار ہے۔ جس فعل کی فاعل سے نسبت دی جاتی ہے اُسے **فعل معلوم** کہتے ہیں

دوسرے جملہ میں فعل **برداشتہ شد** کو کتاب سے نسبت دی گئی ہے۔ اور کتاب چونکہ "نہاد" جملہ ہے لہٰذا فاعل شمار نہیں ہوگی۔ اور یہ کہ فعل "برداشتن" کو کتاب نے انجام نہیں دیا ہے بلکہ یہ فعل کتاب پر انجام پایا ہے۔ پس کلمۂ "کتاب" مفعول ہے۔ یہاں فعل کو مفعول سے نسبت دی گئی ہے اور اس کام کا انجام دینے والا (فاعل) جوکہ اس جملہ میں مفعول ہے، اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یعنی اس فعل کا فاعل معلوم نہیں ہے۔ اس قسم کے فعل جنکو مفعول سے نسبت دی جاتی ہے اُن کو **"فعل مجہول"** کہتے ہیں۔

کتاب خوانده شد

پرویز کتاب می خواند

فعل معلوم وہ فعل ہے جس کو فاعل سے نسبت دی جاتی ہے۔

فعل مجہول وہ فعل ہے جس کو مفعول سے نسبت دی جاتی ہے۔

جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کی بنیاد پر اگر جملہ میں فعل معلوم آتا ہے تو اس کا "نہاد" اُس جملہ میں فاعل ہوتا ہے۔

اور اگر فعل مجہول آئے تو "نہادِ" جملہ مفعول ہوتا ہے۔

جس جملہ میں فعل معلوم آئے اس کا نہاد فاعل ہوتا ہے۔

جس جملہ میں فعل مجہول آئے اُس کا نہاد مفعول ہوتا ہے۔

جن جملوں میں فعل لازم آتا ہے اُن کا فعل ہمیشہ فاعل سے منسوب ہوتا ہے، کیونکہ فعل لازم۔ مفعول نہیں رکھتا۔ مثلاً رفتن۔ آمدن۔

سرزمین ایران

مرکزی صوبہ

ساوہ

یہ جگہ کسی زمانے میں چھوٹی سی بستی تھی مگر ۱۳۱۶ھ ش (۱۹۳۷ء) میں اسے صوبۂ گیلان کے تحت قصبہ قرار دے دیا گیا اور بعد میں جب صوبۂ تہران کی تشکیل کی گئی تو اسے مرکزی صوبے میں شامل کر لیا گیا۔

یہ قصبہ تہران کے جنوب مغرب میں واقع ہے آب وہوا کے لحاظ سے یہ علاقہ گرمی میں انتہائی گرم ہو جاتا ہے جس کے باعث یہاں قطعی بارش نہیں ہوتی مگر سردی کے دنوں میں نسبتاً سرد رہتا ہے شمال میں یہ کرج و قزوین، مشرق میں رے وقم، مغرب میں صوبۂ ہمدان اور جنوب میں تفرش وقم سے متصل ہے۔ تہران سے یہ ۱۴۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر اور قم سے ۸۰ کیلومیٹر دور واقع ہے۔

اس قصبے کا مرکزی مقام بھی ساوہ ہی ہے جس میں حومہ، خرقان، زرند، جعفر آباد اور نوبران نامی تحصیلیں شامل ہیں۔

ساوہ چونکہ عہد قدیم سے آباد چلا آرہا ہے اسی لئے یہاں متعدد تاریخی عمارات و مساجد ہیں جن میں کاشیکاری اور چونے کی اسٹرکاری پر کیکری کشاؤ کا کام کبھی قابل دید تھا مگر افسوس وقت کے ہاتھوں اب بالکل ہی تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ یہاں کی تاریخی عمارات میں مینارہ مسجد میدان، مقبرہ سید اسحٰق، مسجد جمعہ اور مینارہ مسجد جمعہ وغیرہ شامل ہیں۔ ساوہ کے نزدیک ہی شہر آوہ کے آثار ملتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں چونکہ ایک شاندار و بارونق شہر آباد تھا اسی لئے یہاں اس کے بعض آثار بھی دریافت ہوئے ہیں یہاں کے میوجات میں انار، انجیر اور بادام قابل ذکر ہیں۔ گیہوں جو کی کاشت کے علاوہ روئی کی بھی خوب پیداوار ہوتی ہے۔ یہ قصبہ اچھے مویشیوں اور ان کی عمدہ نسلوں کے لئے بھی مشہور ہے۔

خمین

یہ قصبہ پایتخت سے ۳۲۳ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جو شمال میں اراک و شازند سے، مشرق میں محلات۔ سے، جنوب میں گلپایگان سے اور مغرب میں الیگودرز سے متصل ہے یہاں کے مرکزی مقام کا نام بھی خمین ہی ہے۔

خمین کوہستانی علاقہ ہے جہاں کی آب وہوا تقریباً معتدل رہتی ہے

اگرچہ موسم سرما میں یہاں سخت سردی ہوتی ہے مگر گرمی کے دنوں میں یہاں کا موسم معتدل رہتا ہے۔ اگرچہ شروع میں اس جگہ دیہات ہی تھا مگر یہاں کی زمین وسیع و فراخ ہونے کے ساتھ ہی چونکہ کافی زرخیز ہے اور دریا بھی اس علاقے سے گذرتا ہے اسی لئے یہ دیہات ترقی کر کے قصبے میں تبدیل ہوگیا۔

خمین اناجوں میں گندم، لوبیا اور سبزیوں میں چقندر کے علاوہ جس سے قند تیار کی جاتی ہے دیگر اناجوں نیز میوہ جات کے لئے بھی مشہور ہے۔ یہاں کی دیہی صنعتوں میں صنعت قالی بافی کافی مشہور ہے اور چونکہ یہاں کلابتون تیار کرنے کا کارخانہ بھی قائم ہوگیا ہے اسی لئے اہل خمین کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب کے عظیم رہبر کی جائے پیدائش بھی یہی مقام ہے۔

محلات

یہ شہر مرکزی صوبے کے جنوب مشرق میں واقع اور وسعت کے اعتبار سے ۲۲۳۸ کیلومیٹر مربع ہے۔ مجموعی طور پر محلات کی آب و ہوا گرمیوں میں نسبتاً گرم اور موسم سرما میں کچھ حد تک زیادہ سرد رہتی ہے۔ اس شہر کے وجود میں آنے کا اصلی مظہر وہ قدرتی چشمہ ہے جس کا پانی سینچائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عہد ماضی میں اس شہر کی زندگی کا انحصار صرف کاشتکاری پر ہی تھا مگر اب یہاں گذشتہ چند سال کے دوران کچھ ایسے کارخانے بھی قائم ہو گئے ہیں جہاں مختلف قسم کا مال تیار کیا جاتا ہے۔ اس شہر میں چونکہ گرم پانی کے ایسے چشمے بھی ہیں جن میں انواع و اقسام کی معدنیات پائی جاتی ہیں اسی لئے جلدی امراض اور ہڈیوں کی بیماری کے مریض علاج کی غرض سے اس شہر میں آتے ہیں۔

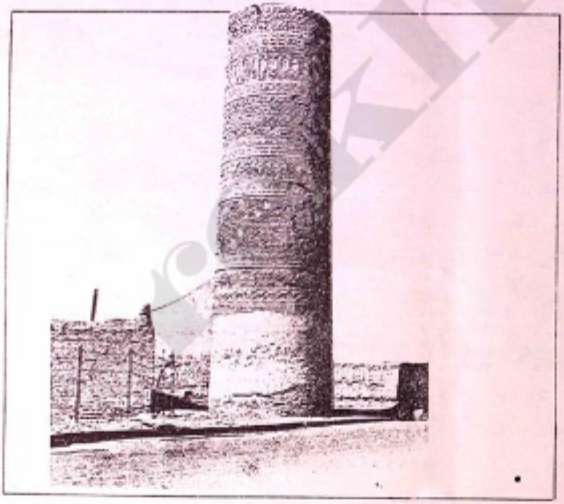

سربند (شازند)

یہ قصبہ اراک شہر کے جنوب مغرب میں ۳۰ کیلومیٹر دور واقع ہے۔ اور وسعت میں ۲۸ہزار کیلومیٹر مربع ہے۔

پورے قصبے کی زندگی کا انحصار مقامی کاشتکاری پر ہی ہے۔ اناجوں میں گندم و جو، سبزیوں میں ایسے چقندر جن سے قند تیار کی جاتی ہے اور میوجات میں انگور یہاں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ کاشتکاری کے علاوہ مویشیوں کی پرورش بھی یہاں کے لوگوں کی آمدنی کا ذریعہ ہے۔ اور چونکہ اب یہاں قند سازی کا کارخانہ بھی قائم ہوگیا ہے اسی لئے اس کی آمدنی بھی یہاں کے لوگوں کی اقتصادی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آستانہ

یہ شہر شازند سے ۶ کیلومیٹر کے فاصلے پر اس کے مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ یہاں سہیل ابن علیؑ کا مقبرہ اور دیگر امام زادگان کے متعدد مقابر ہیں اسی لئے شاہان صفوی کے عہد میں اس جگہ کا نام "آستانہ" رکھ دیا گیا۔ اور یہ ایسا متبرک مقام ہے جہاں عقیدتمند زیارت کی غرض سے آتے ہیں۔

تفرش

وسعت کے اعتبار سے یہ قصبہ ۹۱۱ کیلومیٹر مربع ہے۔ اس کے اطراف میں چونکہ اونچے اونچے پہاڑ ہیں اسی لئے جاڑے میں یہاں سردی کا اثر کافی دیر تک رہتا ہے۔ البتہ گرمی کے دنوں میں موسم معتدل ہوجاتا ہے اس قصبے کی اقتصادی زندگی کا انحصار کاشتکاری پر ہے۔ اناجوں

باقی صفحہ ۲۳ پر

امام حسن علیہ السلام

جناب امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کے پہلے فرزند ارجمند امام حسن مجتبیٰؑ نے شب نیمۂ ماہ رمضان ۳ھ میں دنیا میں آنکھ کھولی۔ آپکی ولادت عترت طاہرہ کے پاک ترین و بزرگ ترین خانوادہ میں ہوئی اور علیؑ بن ابیطالبؑ جیسے باپ اور فاطمہؑ جیسی ماں کے سایۂ تربیت و پرورش میں آپ بڑے ہوئے اور ایسی تربیت و رشد اور نشوونما پائی کہ خلوص و پاک نفسی اور مکارم اخلاق و صفات حمیدہ کی ایک دنیا اپنے ساتھ بطور تحفہ و سوغات لائے، اور اپنی روش و رفتار سیرت و کردار، اخلاق و عادات اور صفات و خصائل پسندیدہ کے ذریعہ اپنے جد بزرگوار، پیغمبر اکرمؐ کے انبساط خاطر و سرور قلبی کے اسباب فراہم کیے۔

خاندان رسالت کا اولین نومولود مرسل اعظمؐ کی سیرت طیبہ کے مکمل طور سے آئینہ دار تھے سب لوگ امام حسنؑ کی صورت میں جمال محمدؐ کا نظارہ کرتے تھے، پیغمبر اسلامؐ بھی اس نومولود سے ایک خاص عشق و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ انتہائی محبت و الفت کی بنا پر نیز اس استعداد و لیاقت کے لحاظ سے جس کا سراغ اس ذخیرہ روزگار میں پاتے تھے آپ کے، اور آپ کے برادر ارجمند حسینؑ کے بارے میں فرمایا۔

"حسنؑ و حسینؑ امت کے درمیان میری دو امانتیں ہیں، وہ دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔" یا یہ کہ آپ مکرر فرمایا کرتے تھے:۔ "خدایا! میں اس فرزند کو دوست رکھتا ہوں، خدایا! تو بھی اس شخص کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔" گویا پیغمبر اسلامؐ کی یہ کوشش بلیغ تھی کہ مسلمان ان شہزادوں سے مرسل اعظمؐ کی محبت و الفت کو دیکھیں اور اس بات کو آئندہ بھی یاد رکھیں اور مرسل اعظمؐ کے ان فرزندوں کے بارے میں آپ کے حق کی رعایت کریں۔

شجاعت و دلیری

آپ ایک مرد شجاع اور دلیر خطیب اور متہجد تھے، مسلمانوں کے درمیان ایک تعجب خیز وجاہت و اعتبار، اجتماعی کے مالک تھے، جودت ذہنی اور خداداد ذکاوت و قوت ادراک سے حد کمال تک بہرہ مند تھے، آپ شخصی و اجتماعی عقائد و نظریات و افکار کے بیان کرنے میں معمولی سا بھی خوف و ہراس نہیں رکھتے تھے، خوف و بیم و ترس و ہراس کو آپ کے دل میں کبھی جگہ نہیں ملی، اور مقاصد اسلام کو آگے بڑھانے کی راہ میں کسی قسم کی جانبازی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

فصاحت و بلاغت

فرزندان نبوت و رسالت، فصاحت و بلاغت کا مرکز اور فکری و ذکاوت و جودت ذاتی سے سرشار اور مستقل جاری رہنے والے چشمے ہیں، امام حسنؑ خانوادہ جلیلۂ نبویؐ کی انھیں فصاحت و بلاغت کی روشن و درخشاں شمعوں میں سے ایک ہیں۔

ابھی بچے ہیں لیکن آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہراؑ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ آپ تکیوں کو ایک دوسرے پر رکھتے اور اپنے واسطے منبر بناتے ہیں، اور پھر اس پر بیٹھ کر کچھ خطبہ دیتے ہیں، مہربان ماں اس طرز ادا کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہیں اور فرماتی ہیں۔

" واہ واہ! ماشاءاللہ، کیا خوب باتیں کہتے ہو اور اپنے پروردگار کی کیا اچھی توصیف و ستائش کرتے ہو اور کیسی فصاحت و بلاغت سے کلام کرتے ہو۔"

صلح یا مسلمانوں کے خون کی حفاظت

امام حسنؑ کی زندگی کا اہم ترین مسئلہ معاویہ کے ساتھ آپؑ کی صلح ہے۔ وہ صلح جو دوست و دشمن دونوں کے لئے موضوع گفتگو بنی ہوئی ہے صلح یا تاریخ اسلام کی شجاعت آمیز و دلیرانہ نرم روش کے بارے میں ہم مفکرین اسلام میں سے صرف ایک شخص بزرگ شرف دین و آبروئے مسلمین جناب مرحوم آقا سید شرف الدین جبل عاملی کے کلام پر اکتفا کرتے ہیں، آپ نے اپنے اس مقدمہ میں جو علامہ شیخ راضی آل یاسین کی گرانبہا کتاب "صلح الحسن" پر تحریر فرمایا ہے (اور جس کتاب کا فارسی ترجمہ ادیب دانشور جناب آقائے سید علی خامنہ ای دام ظلہ العالی نے فرمایا ہے) اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"اموی جرگہ کی خطرناک سازشوں نے حسنؑ بن علیؑ اور آپ کے بھائی حسینؑ کو بڑے مہیب خطرہ سے دوچار کر دیا جو اسلام کو اسلام کے نام سے دھمکیاں دیتا تھا۔ اور حقیقت کے نام سے نور حقیقت کو بجھانے پر کمربستہ تھا، ان دونوں اماموں کے لئے اس خطرہ کو دفع کرنے کے لئے دو راستوں کے سوا کوئی تیسرا راستہ نہیں تھا "مقاومت یا صلح"۔

ہمارے دوسرے امام، امام حسنؑ نہ صرف بہ لحاظ علم و تقویٰ و زہد و عبادت، مقام بلند و شامخ رکھتے تھے بلکہ بہ لحاظ جود و سخا، بذل و عطا اور حاجتمندوں کی مدد و دستگیری کے اپنی قدرت و توانائی کے مطابق یکتائے روزگار تھے، آپ کی ذات دردمندوں کے دلوں کو سکون و راحت پہنچانے والی اور حاجتمندوں اور مفلسوں اور عاجزوں کی پناہ گاہ اور ان کی امیدوں کا مرکز تھی، کوئی سائل و حاجتمند آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ نہیں پلٹتا تھا اور کوئی آزردہ دل آپ کے آستانہ سے بغیر دوا و مرہم کے واپس نہیں جاتا تھا، آپ کی عادت مستمرہ ہو گئی تھی کہ سائل اپنی حالت و کیفیت بیان کرے اور اس کے چہرہ پر ذلت و سوال کے رنج آثار ظاہر ہونے نہ پائیں اس کی حاجت برآری فرماتے تھے، عموماً و معمولاً امام کی بخششیں اس نوعیت کی ہوا کرتیں کہ ضرورتمند کی حاجت اس طرح رفع ہونے کا سامان فرما دیتے کہ اسے دوبارہ ادھر ادھر دست سوال دراز کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔

حافظ جلال الدین سیوطی (علمائے اہل سنت میں سے ایک بزرگ عالم) اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں تحریر کرتے ہیں:۔

> امام حسنؑ بن علیؑ بہت سے اخلاقی امتیازات اور انسانی فضائل کے مالک تھے، آپ بے حد متین و سنجیدہ، باوقار و سخاوت مند تھے اس وجہ سے بلا استثناء تمام لوگوں کے لئے مورد ستائش و احترام تھے..."
>
> (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۳)

امام محمد باقر علیہ السلام

۳ صفر شیعیان جہان اسلام کے پانچویں امام حضرت امام محمد باقرؑ کی ولادت باسعادت کی مبارک سالگرہ کا دن ہے۔

حضرت ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ نے جب عرصہ حیات میں مبارک قدم رکھے اور اپنی علمی و روحانی زندگی کا آغاز فرمایا اس وقت دنیائے اسلام ایک علمی ماحول، فکری جد و جہد و ترقی کا اور ایک مکتبی نہضت و برانگیختگی کا بہت زیادہ نیازمند تھا جو اسلام کی اساس کو دھمکیوں، آفتوں اور باطل و ناروا تبلیغات۔ سے محفوظ رکھے۔

اس وقت اسلام اپنی روزافزوں اشاعت و پھیلاؤ کی وجہ سے اس وقت کے متمدن ملکوں کی فکری و سیاسی ملجا و پناہ گاہ ہو گیا تھا۔ وہ ممالک جہاں کے عوام ناجائز ترجیحاتی سلوک اور طبقاتی اختلافات، مظالم و حق تلفیوں، قید و بند، غلامی کی زنجیروں کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر رہے تھے اور قابل اطمینان پناہ گاہ اور صحیح و سالم و مصلح و روحی و فکری مرکز کی جستجو میں تھے، جبکہ اسلام سے زیادہ صالح تر و مصلح تر، زیادہ رواں اور زیادہ پر عطوفت کسی مکتب کا وجود نہیں تھا، جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف موضوعات پر طرح طرح کے سوالات، احتیاجات اور دریافت طلب امور و مسائل لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے تھے، ظاہر ہے کہ اس قسم کے سوالات کی جواب گوئی، اشتباہات کے رفع کرنے مشکل مسائل اور فکری و ذہنی امور و سوالات کو حل کرنے کے لئے پیغمبر گرامی قدر اسلام کے علوم کے وارث حقیقی قرآن اور منطق اہل بیت

علیہم السلام کے فکری مکتب کے تربیت یافتہ علوم و معارف کے شگافتہ کرنے والے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے زیادہ لائق و فائق کون ہوگا؟

امام محمد باقرؑ کی پُر ہیجان و انقلابی زندگی بنی امیہ کی حکومت و طاقت کے زوال سے متقارن اور اس گروہِ ظالم و سرکش کے ضعف و ناتوانی کے دور سے متصل تھی، وہ ایسا دور تھا کہ جب بنی امیّہ کے حکام و قصر نشین اس بوسیدہ حکومت کے بچانے کی کوشش میں مصروف تھے اور ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور وہ اسی طاقت کے ذریعہ عوام پر طرح طرح کا دباؤ اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کر رہے تھے اور اپنی مذموم حرکات کے ذریعہ چاہتے تھے کہ اسلامی فکری انقلاب کی ترقی و تکامل کو روک دیں اور با استعداد و صلاحیت افق میں اس کے انوار کی تابش سے مانع ہوں۔

ان تمام فشاروں اور پابندیوں کے باوجود اس امر پر قادر نہیں ہوسکے کہ علم دوستوں اور علوم تواہوں کے خلاف جو وسیع و عریض اسلامی ممالک کے ہر چار جانب سے اس علم و دانش کے مشعلدار کی آستانہ بوسی کا عزم کرتے تھے، رکاوٹ کھڑی کریں اور نورِ الٰہی کی عظیم الشان درخشانی کے سامنے کوئی پردہ قائم کرسکیں۔

امام محمد باقرؑ کے دورِ امامت میں جو تقریباً ۱۹ سال قائم رہا، بنی امیّہ کے حسب ذیل پانچ بادشاہ ہوئے، ولید بن عبد الملک، سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک اور ہشام بن عبد الملک، جنہیں سے عمر بن عبد العزیز نسبتاً عدالت خواہ شخص تھا، باقی سب کے سب ظلم و ستمگری و استبداد و من مانی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے والے تھے اور سب کے سب پانچویں امامؑ کے بارے میں برابر سخت گیری روا رکھتے تھے اور مشکلات کا باعث بنے رہے۔

(ارشادات امام محمد باقر علیہ السلام)

اسلامی بھائیوں کے ساتھ مالی امور میں تعاون و ہمدردی کا لحاظ رکھنا

کردار و گفتار اور قضاوت (فیصلہ کرنے) میں انصاف و عدالت کے پہلو کا لحاظ رکھنا۔

ہر حال میں اور ہر ماحول و ہر موقع پر خدا کو یاد کرتے رہنا۔

امامؑ کے اخلاقی ارشادات کا ایک نمونہ

امام محمد باقر علیہ السلام کے تربیتی و ارشادی ہدایات و فرمودات اجتماعی و سیاسی موضوعات پر بہت زیادہ ہیں، ہم ان نورانی کلمات و بیانات میں سے چند بطور نمونہ خوانندگانِ گرامی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں:

انسان کی زندگی میں بہترین عمل تین باتیں ہیں:

۱۔ اسلامی بھائیوں کے ساتھ مالی امور میں تعاون و ہمدردی کا لحاظ رکھنا۔

۲۔ کردار و گفتار اور قضاوت (فیصلہ کرنے) میں انصاف و عدالت کے پہلو کا لحاظ رکھنا۔

۳۔ ہر حال میں اور ہر ماحول و ہر موقع پر خدا کو یاد کرتے رہنا۔

امامؑ کی نظر میں یہ تین اصلیں ایک مسلمان انسان کی زندگی میں بزرگترین و اہم ترین فریضہ ہیں۔

شہادت

اگرچہ ہشام بن عبد الملک کو پانچویں امام کی شان میں بہت زیادہ جسارت و گستاخی کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تھا، پھر بھی وہ اپنے خبیث و نجس اور گندے خیالات و افکار سے اپنے ذہن کو صاف نہیں رکھتا تھا، چنانچہ اس پرانی گندی سیاست کی پیروی کرتے ہوئے کہ سر بر آوردہ افراد کو نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے راستہ سے ہٹا دیتے تھے، اس نے بھی اپنے مددگاروں کے ذریعہ امام پنجم کو زہر دے دیا۔

امامؑ سنہ ۱۱۴ھ میں شدید مسمومیت کے اثر سے درجۂ شہادت کو پہنچے اور قبرستان جنت البقیع میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو نے اقدس میں ہمیشہ کے لئے آرام فرمایا۔

امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام

اموی حکومت اپنی عمر کے آخری لمحات گذار رہی تھی اور اس کی سانسیں گنی جا رہی تھیں کہ برج امامت کے ساتویں درخشاں ستارے اور عصمت و طہارت کے نویں دُرِّ بے بہا نے امام جعفر صادقؑ کے خانوادۂ امامت میں دنیا میں آنکھیں کھولیں، آپ کی ولادت نے دنیائے علم و معرفت کو ایک تازہ خوشخبری عطا کی اور دلوں میں امید و سعادت کا نور روشن کیا۔

وہ مقام جہاں اس نومولود نے عرصۂ حیات میں قدم رکھا، وہ پیغمبر اسلامؐ کی مادر گرامی قدر جناب آمنہ کی آرام گاہ ہے جو "ابواء" کے نام سے مشہور ہے، امام جعفر صادقؑ کے سفر حج سے واپس آتے ہوئے اس مقام پر امام ہفتمؑ کی ولادت واقع ہوئی، آپ کی والدۂ گرامی جناب حمیدہ اندلسی ہیں جو فضیلت و تقویٰ شائستگی و لیاقت میں بے نظیر تھیں۔

امام کی ولادت باسعادت اکثر مورخین کی متفقہ رائے کے مطابق ساتویں صفر سنہ ۱۲۹ھ کو ہوئی۔

امام موسیٰ کاظمؑ عزم و ارادہ مصمم کے کوہِ گراں

امامؑ کا دورِ حیات حوادث و مصائب کے مقابلہ میں ارادہ محکم و عزم مصمم، شجاعت و پامردی، استقامت و پائداری اور ایثار و قربانی سے معمور تھا، آپ کی پائدار و مستقیم روش بغیر کسی انحراف و کجی کے خط مستقیم اسلام کی عکاسی کرتی تھی، اور ناساعد و آزمائش خیز حالات میں تمیز حق و باطل کی نشاندہی کرتی تھی۔

ان حوادث اور زندگی کی مشکلات و مصائب کے مقابلہ میں جو خلفاء جور اور ستمگر حکام کی طرف سے آپ کو پیش آتے تھے، قائم رہنا اور بردباری اختیار کئے رہنا بغیر اس کے کہ اس سے آپ کے مضبوط ارادہ و عزم مصمم میں ذرا سا بھی خلل واقع ہو یا لبہائے مبارک شکایت سے آشنا ہوں یا اپنی جوانمردیٔ امامت و پیشوائی کے خلاف اپنے آپ کو ذلت و رسوائی کے حوالے کریں، زندگی کے شرف کا بلند ترین نمونہ اور بیش بہا تحفہ ہے جو کسی بہادر و دلیر کے سینہ پر آویزاں ہو کر چمک سکتا ہے اور دنیا میں راہ حقیقت و عدالت کے رہروؤں کے لئے فخر و مباہات کا سرمایہ بن سکتا ہے۔

طاعت و عبادت

مختلف قیدخانوں میں آپ کی عبادت، تضرع و زاری اور آپ کے طولانی سجدوں نے دشمنوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا اور حکومت کے قسی القلب و سنگدل ملازمین و مامورین کو آپ کی روحانی عظمت کا اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ خود ہارون طاغوت و ستمگر وقت نے تملق و چاپلوسی کی زبان کھولی اور آپ کی مدح و ثنا کرنے لگا اور اظہار کیا کہ "آپ بنی ہاشم کے راہب و عابد ہیں"۔

امام کے زہد و تقویٰ اور روحانی اقدار نے سندی بن شاہک کی بیوی کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ مکتب تشیع کو قبول کرے اور امامت و ولایت کے اقرار کا بیج اپنے خاندان میں بطور تحفہ لے جائے، اور دلوں کی زمین میں اس کی تخم ریزی کرے، یہاں تک کہ اس کا نواسہ اپنے زمانہ میں نہضت تشیع کے پرچم کا علمدار قرار پائے۔

معصوم امامؑ کی سیرت اور ان کا کردار زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ظلم و فساد و جہالت کے خلاف ناقابل خستگی جہاد و مبارزہ رہا ہے۔

میدان سیاست میں

امام ہفتم معصوم اور سچے ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے وہ مضبوط ترین و مستحکم ترین پیشوا تھے جن کو ظالم عباسی حکومت اور ہارون رشید کی غلط و بے ڈھنگی سیاست کے مقابلہ میں فقط "نہ" کہنے اور اس دو حرفی لفظ "نہ" کہنے کے نتیجہ میں آپ کو چودہ سال مسلسل جس کے درمیان بعض اوقات بہت مختصر زمانہ آزادی کا بھی نصیب ہوا، بصرہ، کوفہ اور بغداد کے مختلف قیدخانوں میں زندگی گذارنی پڑی اور آخرالامر زندان ہی میں جام شہادت نوش کرنا پڑا، لیکن ثابت قدمی، استقامت و پائداری، سربلندی اور زور و زر و تزویر (فریب کاری) کے مقابلہ میں عدم سپردگی کا جو درس آپ نے ہمیں دیا ہے، اس لحاظ سے "قہرمان ارادہ و تصمیم" کا لقب و عنوان جو استقامت و پائداری و عزم مصمم کے اس کوہ گراں کی شخصیت و سیرت کے اعتبار سے بہت حقیر و معمولی تحفہ ہے جو حضرتؑ کی بارگاہ عظمت کیلئے پیش کیا جاتا ہے، آپ نے انقلابی مبارزات و نبرد آزمائیوں کے

باقی صفحہ ۳۹ پر

از: جعفر سبحانی (حوزہ علمیہ قم)

زندگانی پیغمبر اسلام (ص)

گزشتہ سے پیوستہ

نزولِ وحی کا منقطع ہونا

لیکن جس دن سے خصوصی یعنی قرابت داروں کی اور عمومی یعنی عوام الناس کی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور لوگوں کی زبان پر بتوں کے عیوب، ان کے آئین اور ان کی انسانیت دشمن راہ و روش کا چرچہ ہونے لگا اسی دن سے "قریش" کی بیداری کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اور اسی دن ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ پیغمبر اسلام کی دعوت اور "امیہ" اور "ورقہ" کی دعوت میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے لہٰذا ان لوگوں نے اس دعوتِ حق کی خفیہ اور اعلانیہ مخالفت شروع کردی۔ پیغمبرؐ نے پہلی بار اپنے قرابتداروں کے درمیان حق کا اعلان کیا اور اس کے بعد دعوتِ عمومی شروع کردی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عوام الناس کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرنے والی اور معاشرہ کی راہ و روش میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنے والی گہری اصلاحات کے لئے دو انتہائی طاقتور چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔

۱۔ دلکش اندازِ بیان کے ذریعے خطیب اپنے ذاتی افکار و خیالات یا وحی کی صورت میں حاصل شدہ الٰہی اطلاعات کو عوام الناس کے درمیان اس طرح پیش کرے کہ لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

۲۔ ایسی دفاعی طاقت جو دشمن کے حملے کے دوران دفاعی محاذ کی شکل اختیار کرسکے۔ واضح رہے کہ ان دونوں چیزوں کے فقدان کی صورت میں دعوت یا تحریک کا ابتدائی مرحلہ میں ہی ناکام ہوجانا یقینی ہے۔

پیغمبر اسلام غیر معمولی قوتِ بیان کے حامل تھے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایک مایۂ ناز خطیب تھے اور عوام الناس کے درمیان اپنے مذہب کو بڑی فصاحت و بلاغت اور نہایت دلکش انداز میں پیش کیا کرتے تھے لیکن ابتدائی مراحل میں ان کے پاس دوسری طاقت کا فقدان تھا کیونکہ ابتدائی تین سال کے دوران وہ فقط چالیس آدمیوں کو مومنین کی خفیہ فہرست میں داخل کرسکے تھے اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اتنے کم لوگ پیغمبرؐ کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں پوری کرسکتے تھے۔

چنانچہ عالمِ اسلام کے پہلے آدمی نے ایک دفاعی محاذ بنانے اور دعوتِ عمومی سے قبل ایک مرکزی حفاظتی جماعت کی تشکیل کے لئے اپنے قرابتداروں کو دینِ حق کی طرف دعوت دی اور ہر قسم کے احتمالی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک اہم دفاعی

محافظ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دعوت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قومی تعصب اور رشتہ داری کی بنیاد پر اسلام سے رغبت نہ رکھنے والے اقربا بھی ان کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دوسری طرف یہ دعوت کچھ سرداران قوم پر بڑی اثر انداز ہوئی اور ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔

اس کے علاوہ ان کا عقیدہ و ایمان تھا کہ اصلاحات کی بنیاد اندرونی اصلاح پر ہوا کرتی ہے اگر انسان اپنی اولاد اور اپنے قرابت داروں کو بری حرکتوں سے نہ روک سکے تو اغیار اور بیگانہ افراد پر اس کی تبلیغ کا ہرگز کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ مخالفین رشتہ داروں کی بداعمالیوں کو اس کی ذات سے منسوب کرنے لگیں گے۔

ان حقائق کو نگاہ میں رکھتے ہوئے قریبی رشتہ داروں کی دعوت کے سلسلے میں خداوند عالم نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ وانذر عشیرتک الاقربین" (سورہ شعراء آیت ۲۱۴) یعنی تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔ بالکل اسی انداز میں دعوت عمومی کے بارے میں خداوند عالم اپنے پیغمبرؐ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستھزئین" یعنی تمہیں جو کچھ حکم دیا گیا ہے اسے نمایاں کرو اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرو کیونکہ مشرکین کے شر سے ہم تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرابت داروں کو اسلام کی دعوت

پیغمبر اسلام نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا جو انداز اختیار کیا تھا وہ انتہائی موثر و دلکش تھا اور اس کی حقیقت کا اندازہ اس وقت ہوا جب بعد میں اس کے اسرار پوری طرح نمایاں ہو گئے۔

مفسرین :۔ وانذر عشیرتک الاقربین" نامی آیہ کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں اور تقریباً تمام مورخین متفقہ طور پر یہ تحریر کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبرؐ کو حکم دیا کہ تم اپنے قریبی رشتیداروں کو اپنے دین کی طرف دعوت دو۔ پیغمبرؐ نے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ جن کی عمر اس وقت پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی، حکم دیا کہ کھانے کا انتظام کرو۔ اس کے بعد آپ نے بنی ہاشم کے تقریباً ۴۵ سرداروں اور بزرگوں کو مہمان بلایا اور یہ فیصلہ کیا کہ اس مہمانی کے دوران ہی وہ پوشیدہ راز کو عیاں اور نمایاں کر دیں لیکن افسوس! کہ کھانے کے بعد ان کی گفتگو شروع ہونے سے قبل ان کے ایک چچا (ابولہب) نے اپنی بیہودہ اور پوچ باتوں کے ذریعہ ماحول خراب کر دیا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی رسالت کے موضوع پر دوسرے دن گفتگو کریں گے۔ دوسرے دن پھر دعوت کا اہتمام کیا گیا اور کھانے کے بعد پیغمبرؐ نے اپنے خاندان کے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے پہلے خدا کی حمد و ستائش کی اور اس کی وحدانیت کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

درحقیقت کوئی رہنما اپنے لوگوں سے کبھی دروغ گوئی نہیں کرتا ہے۔ پس خدائے وحدہ لاشریک کی قسم! مجھے تمہارے اور تمام دنیا والوں کے درمیان خدا کا پیغمبر و رسولؐ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میں تمہارے درمیان خدا کا پیغمبر ہوں۔ پس اے میرے قرابتدارو! تم لوگ خفتہ افراد کی طرح مرتے ہو اور بیدار افراد کی طرح زندہ ہو جاتے ہو اور اپنے کردار و اعمال کے مطابق سزا بھگتے ہو اور یہ خداوند عالم کی دائمی بہشت اور دائمی دوزخ ہے"۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ "دنیا کا کوئی آدمی اپنے لوگوں کے لئے اتنی اچھی چیز نہیں لایا جو میں تم لوگوں کے لئے لایا ہوں۔ میں تم لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت لایا ہوں اور میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس کی طرف دعوت دوں۔ پس تم لوگوں میں سے میرا حامی و طرفدار کون ہوگا تاکہ وہ تمہارے درمیان میرا بھائی میرا وصی اور میرا جانشین قرار پائے؟"

پیغمبرؐ کی اس تقریر کے بعد حاضرین مجلس پر سناٹا چھا گیا اور ان میں سے ہر ایک مقصد کی عظمت اور اپنے انجام کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔

ایک بار حضرت علیؑ نے، جو اس وقت پندرہ سال کے تھے، مجمع پر چھائی ہوئی خاموشی توڑ دی اور ارشاد فرمایا۔ "اے پیغمبرؐ خدا! میں آپ کی حمایت و طرفداری کے لئے ہمہ تن آمادہ ہوں۔" پیغمبرؐ نے انھیں حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اسی طرح پیغمبرؐ نے تین مرتبہ اپنا مطالبہ دہرایا لیکن اس پندرہ سالہ نوجوان کے علاوہ کسی نے ان کے مطالبہ کا کوئی جواب نہ دیا۔ آخر کار پیغمبرؐ نے اپنے اقرباء کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"لوگو! یہ نوجوان تم لوگوں کے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہے۔ پس تم لوگ اس کی باتوں کو سنو اور اس کی پیروی کرو۔" اس کے بعد قریبی رشتیداروں کی دعوت کا یہ اجلاس ختم ہو گیا۔ حاضرین نے مسکراتے ہوئے ابوطالبؑ کو مخاطب کیا اور کہنے لگے۔ "محمدؐ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی و فرمانبرداری کرو اور ان کو اپنا بزرگ سمجھو۔"

حقائق سے روگردانی وخیانت

حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ظلم و خیانت کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ تاریخ اسلام میں متعصب مصنفین کی ایک ایسی جماعت دکھائی دیتی ہے جو اسی راہ پر گامزن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مصنفین کی تصانیف کو قدر و اہمیت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے اور بغور مطالعہ کے بعد ان کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اور کچھ ایسے افراد بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنے قلم سے ایسے لوگوں کو بے نقاب کر دیتے ہیں اور حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں اس قسم کی خیانت کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں اقرباء کی دعوت کا تفصیلی ذکر کیا ہے جیسا کہ قارئین کرام خود اس کا مطالعہ کر چکے ہیں لیکن اپنی تفسیر میں آیۂ مبارکہ " وانذر عشیرتک الاقربین" کی تفصیل کے ذیل میں جب وہ اس جملے تک "علی ان یکون اخی و وصی و خلیفتی" پہنچتے ہیں تو جملے کو بدل کر اس طرح لکھتے ہیں "علی ان یکون اخی و کذا و کذا" یعنی وہ میرا بھائی اور چنیں و چناں!! ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وصی و خلیفتی کی جگہ پر کذا و کذا یعنی چنیں و چناں کا استعمال ایک کھلی ہوئی خیانت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

طبری نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی اور فقط پیغمبرؐ کے اسی جملے کی تحریف کو کافی نہیں سمجھا بلکہ سرداران قریش کی خاموشی کے بعد پیغمبرؐ اکرم نے حضرت علیؑ کے بارے میں جو جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ " ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی"۔ اس میں بھی انھوں نے "کذا و کذا" یعنی چنیں و چناں کا استعمال کیا ہے۔

مورخ کا فریضہ ہے کہ حقائق نگاری میں پوری طرح نڈر اور آزاد ہو اور ایک غیر معمولی اور عدیم المثال شجاعت کے ساتھ جس بات کو وہ حقیقت پر مبنی سمجھتا ہے اسے واضح طور پر تحریر کرے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز نے طبری کو ان دو واضح کلمات کی جگہ پر ان مبہم اور کنایہ آمیز کلمات کے استعمال کی طرف راغب کیا ہے، وہ اس کی تعصب آمیز مذہبی راہ و روش کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کا وصی و جانشین بلا فصل نہیں سمجھتا تھا اور یہ دونوں کلمات علیؑ کی بلا فصل وصایت و خلافت کی واضح دلیل ہیں لہٰذا وہ اس آیۂ مبارکہ کی شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ذاتی مذہبی عقائد کی خلاف

کے لئے مجبور ہوگیا۔

۲۔ ابن کثیر شامی متوفی سنہ ۷۳۲ھ نے اپنی تاریخ[۶] اور اسی طرح اپنی تفسیر جلد سوم ص ۳۵۱ میں وہی راہ و روش اختیار کی ہے جو اس سے پہلے طبری نے اپنی کتاب تفسیر میں اختیار کیا ہے اور ہم اس سلسلے میں کسی قیمت پر بھی ابن کثیر کو معذور نہیں شمار کرتے ہیں کیونکہ اس کی کتاب تاریخ کی بنیاد تاریخ طبری ہے اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس نے اپنی تفسیر کے اس حصے کی ترتیب میں تاریخ طبری سے ہی رجوع کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے تاریخ طبری کے مندرجات کو نقل نہیں کیا بلکہ امید کے برعکس اس نے ان واقعات کو تفسیر طبری سے نقل کیا ہے۔

۳۔ مصر کے سابق وزیر ثقافت اور "حیات محمدؐ" نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر ہیکل نے اس سلسلے میں جو ظلم کیا ہے اس کی وجہ سے نسل جدید کے لئے حقائق کی تحریف کا راستہ کھل گیا حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب کے دیباچہ میں ماہرین علوم مشرق کے سلسلے میں انتہائی سخت کلمات کا استعمال کرتا ہے اور ان پر حقائق کی تحریف و جعل سازی کا الزام لگاتا ہے جبکہ اس نے بذاتِ خود اپنی مذکورہ کتاب کی پہلی اشاعت میں اس واقعہ کو انتہائی مبہم انداز میں نقل کیا ہے اور اس واقعہ کے دوران پیغمبرؐ کی زبان سے ادا ہونے والے دو جملوں میں سے فقط ایک ہی جملہ نقل کیا ہے۔ اس نے یہ تو لکھا ہے کہ پیغمبرؐ نے سرداران قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص میری حمایت کرے گا وہ میرا وصی و خلیفہ و جانشین ہوگا اور اس جملے کا ذکر ہی نہیں کیا جو پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ "یہ نوجوان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہے۔

اور انتہا یہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب کی دوسری اور تیسری اشاعت میں دونوں جملوں کو حذف کر دیا جس کی وجہ سے اس کی شخصیت اور اس کی تصنیف کو ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔

نبوت و امامت کا آپسی جوڑ

رسالت کے ابتدائی مراحل میں حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت کے اعلان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں منصب ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں چنانچہ جس روز لوگوں کے سامنے پیغمبرؐ کی رسالت کا اعلان کیا گیا اسی روز حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت کا بھی اعلان کیا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت و امامت دونوں کی بنیاد ایک ہے اور یہ دونوں منصب زنجیر کی کڑی کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں اور ان میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔

اس واقعہ کی روشنی میں حضرت امیر المومنینؑ کی شجاعت و روحانی شہامت بھی پوری طرح واضح و روشن ہو جاتی ہے کیونکہ جس بزم میں سن رسیدہ و آزمودہ لوگ غور و فکر میں لگے ہوئے تھے وہاں حضرت امیر بڑی دلیری سے پیغمبرؐ کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیغمبرؐ کے دشمنوں سے اپنی عداوت کا بھی اعلان کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت سن و سال کے اعتبار سے حضرت علیؑ سب سے زیادہ کمسن تھے لیکن پیغمبرؐ سے ان کی قربت نے ان کو بہت پہلے اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ ان حقائق کو تسلیم کریں جس کو قبول کرنے میں دوسرے لوگ شک و تردد کی منزل میں تھے۔

"ابو جعفر اسکافی" نے اس تاریخ کے سلسلے میں داد سخن دی ہے۔ قارئین تفصیلی وضاحت کے لئے شرح نہج البلاغۃ حدیدی کی طرف رجوع کریں[۷]

بقیہ: ص ۱۴ سے آگے دنیا میں امریکی...

ہلاک ہوگئے۔

۱۹۸۷ء میں امریکہ نے اسلامی جمہوریۂ ایران کے خلاف فوجی کارروائی کی اور خلیج فارس میں اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کے ساتھ ہی ساتھ ایران کے تیل کے ٹھکانوں پر بمباری بھی کی، صرف یہی نہیں بلکہ ایران کے ایک مسافر بردار ہوائی جہاز کو بھی مار گرایا۔ واضح رہے کہ اس حادثہ میں ۱۹۰ بے گناہ مسافر جاں بحق ہوگئے۔

۱۹۸۹ء امریکی افواج نے پانامہ کے صدر جمہوریہ جنرل نوریگا کو حکومت سے برطرف کرنے کے لئے اس ملک میں براہ راست فوجی مداخلت کی اور فوجی کارروائی کے ذریعہ پناما میں امریکی غلام حکومت قائم کر دی۔

حوالے

۱: ۔ ان الرائد لا یکذب اہلہ واللہ الذی لا الہ الا ہو انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ .... والنار ابداً۔"

(سیرۂ حلبی جلد اول ص ۳۲۱)

۲۔ فایکم یوازرنی علی ہذا الامر علی ان یکون اخی و وصی و خلیفتی فیکم

۳۔ ان ہذا اخی و وصی و خلیفتی علیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ۔

۴: ۔ تاریخ طبری جلد دوم ص ۶۲، ۶۳، تاریخ کامل جلد دوم ص ۴۰، ۴۱، مسند احمد جلد اول ص ۱۱۱ و شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۱۳ ص ۲۱۰، ۲۲۱۔

۵۔ تفسیر طبری جلد ۱۹ ص ۷۴

۶۔ البدایۃ والنہایۃ جلد سوم ص ۴۰

۷۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۱۳ ص ۲۱۵ ۔ ۲۹۵

ایران کی تازہ ترین پیروزی پر

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای کا

پیغام

عراقی چنگل سے آزادی حاصل کرنے والے جنگی قیدیوں کی ایک بڑی جماعت نے کچھ روز پہلے عالم اسلام کے قائد عظیم الشان امام خمینیؒ کے مرقد مطہر کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس کے بعد سربلند آزادگان کی اس جماعت نے آیت اللہ خامنہ ای سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے دوران سپاہیان اسلام نے امام خمینیؒ کے جانشین و ولی امر مسلمین، آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی بیعت کی۔

اس پرخلوص و عدیم المثال اجتماع میں سپاہیان اسلام نے اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان کے سلسلے میں اپنے پاکیزہ و مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ "ابوالفضل علمدار، خامنہ ای نگہدار" اور "ہم سب آپ کے سپاہی ہیں اے خامنہ ای!" جیسے فلک شگاف نعروں کے ذریعے ان لوگوں نے قائد انقلاب سے اپنی عاشقانہ عقیدت کا مظاہرہ بھی کیا۔

اس کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے عراقی حکومت کے چنگل سے سپاہیان اسلام کی فاتحانہ آزادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ ایران بالخصوص جنگی قیدیوں کے گھر والوں کو مبارکباد پیش کی اور اس خوشی کے موقع پر ملت اسلامیہ ایران کے قائد امام خمینیؒ کی ناموجودگی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: "اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ہماری قوم کے لئے یہ حقیقتاً بڑی خوشی کے ایام ہیں اور اس مسرت آمیز موقع پر جو چیز ہم لوگوں کو آزردہ خاطر کر دیتی ہے وہ ہمارے درمیان امام عزیز کی ناموجودگی ہے لیکن یقین کامل ہے کہ اسلامی انقلاب کی عظیم کامیابیوں سے ان کی روح پرفتوح بہت شاداں ہے۔"

> ہمارے آزادگان عزیز درحقیقت انقلاب اور اسلام کا عظیم ذخیرہ و سرمایہ ہیں اور خداوند عالم نے ہمارا یہ سرمایہ ہمیں واپس دیدیا۔

اس کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ اسلامی انقلاب آج بھی الٰہی حمایت سے مالامال ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے آزادگان عزیز درحقیقت انقلاب اور اسلام کا عظیم ذخیرہ و سرمایہ ہیں اور خداوند عالم نے ہمارا یہ سرمایہ ہمیں واپس دیدیا۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ صبر و جہاد کے نتیجے میں ساری چیزیں ایران کے باایمان و بردبار مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق انجام پائیں گی۔

حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ اسلامی انقلاب، دنیا کے تمام صالح اور آزادی پسند مسلمانوں کی خواہش کا مرکز رہا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قرآن و اسلام کے خلاف دنیا کی تمام سامراجی اور شیطانی طاقتوں کی مختلف النوع سازشوں کے باوجود ملت اسلامیہ ایران تائید خداوندی اور قوت ایمان و اتحاد کے ہمارے دشمنوں کے مکر و فریب کو ناکام بنانے میں پوری طرح کامیاب ہوگئی اور یہ انقلاب اسلامی ایران کی برکت ہے کہ آج اسلام سربلند اور مسلمان پوری طرح بیدار ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ شہداء کے مقدس خون کی برکت ہے کہ آج اسلام اور اسلامی تحریک کو ساری دنیا میں ایک عظیم مذہبی، قومی اور سیاسی اہمیت حاصل ہے اور اس راہ میں ملت اسلامیۂ ایران کی زحمتوں اور عظیم قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا اور آج ہم راہ اسلام میں مخلصانہ جد و جہد کو بارور ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔"

اسلامی انقلاب کے رہبر معظم نے اسلامی جمہوریہ ایران کو حقیقی و انقلابی اسلام محمدیؐ کی مضبوط چھاونی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "خداوند عالم نے ملت اسلامیہ ایران کی قدر و منزلت اور عظیم صلاحیتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اسلام و قرآن اور اسلامی اقدار کے احیاء کی عظیم ذمہ داری اس کے سپرد کی ہے۔ اگرچہ ملت ایران اس راہ میں گوناگوں عظیم کامیابیاں حاصل کر چکی ہے لیکن ابھی ہم نصف راستہ ہی طے کر پائے ہیں۔ پس راہ اسلام کے مخلص مجاہدوں اور تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے شیطان بزرگ امریکہ اور دیگر سامراجی طاقتوں کے مقابلے میں اسلام کا دفاع کرتے رہیں کیونکہ دشمنان دین خدا گھات لگائے ہوئے ہیں اور اسلام و انقلابی مسلمانوں پر گہری چوٹ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای نے گذشتہ بارہ سال کے دوران مختلف النوع حوادث کے مقابلے میں ملت ایران کے ثبات قدم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مدت کے دوران دشمنان اسلام نے متحدہ ایرانی عوام کے درمیان شگاف پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اسلام و ایرانی عوام کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن ملت ایران

نے عظیم آزمائش و امتحانات کی منزلوں کو بڑی سربلندی کے ساتھ پار کر لیا اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ حوادث کا مقابلہ کرنے میں پوری طرح ثابت قدم ہے اور پہلے کی طرح آج بھی اسلامی انقلاب کے ذمہ داروں کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ایرانی عوام کو چاہیے کہ فوجی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی اعتبار سے اسلام کی مدد اور باہمی اتحاد و اتفاق کو اولیت کا درجہ دیں تاکہ وہ اسلامی اقتدار اور اپنی طاقت کے ذریعہ عظیم و حملہ آور طاقتوں کو مایوس و ناامید کر سکیں اور اسلامی معاشروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے آیت اللہ خامنہ ای نے خلیج فارس کے علاقے میں امریکی سامراجیت کی وسعت طلب سیاست اور غنڈہ گردی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آج دنیا کی بڑی طاقتیں مشرق وسطیٰ میں اپنی وسعت طلبانہ سیاست کی تعمیل میں لگی ہوئی ہیں تاکہ علاقے میں ان کا اثر و رسوخ اور زیادہ ہو جائے۔ یہ بڑی طاقتیں تجاوز کو دفع نے کی فکر نہیں کرتیں بلکہ خود متجاوز و حملہ آور ہیں اور علاقے میں اقتدار طلب طاقتوں کا وجود اسلامی اقوام کے لئے خطرناک اور نقصان دہ ہے۔"

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی تقریر کے آخر میں ایرانی عوام سے اپیل کی کہ وہ ملک کے ذمہ دار افراد کی پیروی کرتے ہوئے ایک مستحکم و طاقتور ایران کی تعمیر کے لئے کوشاں رہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے صدر جمہوریہ اسلام اور انقلاب کی امید کا سرمایہ ہیں اور ملک کے سیاسی و فوجی امور میں انھیں امام امت کا مکمل اعتماد حاصل رہا ہے اور یہ ایک عظیم امتیاز ہے کہ ہماری قوم ان کے وجود سے مالا مال ہے۔"

"اس کے علاوہ مقننہ، مجریہ اور عدلیہ کے ذمہ دار افراد، مجلس شورئ اسلامی میں عوام کے نمائندگان اور فوجی و انتظامی امور کے ذمہ دار لوگ، اسلام، اسلامی انقلاب اور عوام بالخصوص کمزور و پسماندہ عوام کے مخلص خدمتگزار ہیں اور ملک کی تعمیر و ترقی میں ہمہ تن سرگرم ہیں لہٰذا ہماری قوم اپنے ملک کی عظیم تاریخ کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل اور سرمایۂ افتخار بن سکتی ہے۔"

ہمارے نمائندہ کی رپورٹ کے مطابق جس وقت عراقی حکومت کے چنگل سے آزاد ہونے والے سپاہیان اسلام جبینۂ امام خمینیؒ میں داخل ہو رہے تھے ان کے ارد گرد جمع ہزاروں لوگ ان پر پھول برسا کر ان کا استقبال کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ راستہ میں لوگ ان آزادگان کی وطن واپسی کی خوشی میں قربانیاں کر رہے تھے اور مختلف مقامات پر لوگوں نے شربت کی سبیلیں لگائیں اور شیرینی تقسیم کی۔

آزادگان انقلاب اسلامی کا ذخیرہ اور ملک کی تعمیر کا پشتوانہ ہیں

حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی

اسلامی جمہوریہ نیوز ایجنسی کی اطلاع کے مطابق عراقی حکومت کے چنگل سے نجات حاصل کرنے والے آزادگان اسلام کا مہرآباد ہوائی اڈے پر صدر جمہوریہ ایران حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی، حجۃ الاسلام محمدی گلپایگانی اور ملک کے دیگر اعلیٰ عہدیداروں نے پرجوش استقبال کیا۔

صدر جمہوریہ حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی نے سپاہیان اسلام سے ملاقات کے بعد اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ قیمتی لمحات ہیں جن کا ہم لوگ بڑی بیقراری سے انتظار کر رہے تھے اور سپاہیان اسلام کے خاندان والے تو ایک ایک پل کا شمار کر رہے تھے۔

صدر جمہوریہ ایران نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت ہماری کامیابی و سربلندی اور دشمن کی ناکامی کے ساتھ آگیا اور جن مطالبات و مقاصد کی خاطر آپ لوگوں نے جہاد کیا، اسیر ہوئے اور اسیری کے زمانے میں مختلف النوع مصائب سے دوچار ہوئے انھیں دشمن کو تسلیم کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ سپاہیان اسلام کی وطن واپسی کی خبر ملتے ہی پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی نے کہا کہ اقوام متحدہ سلامتی کاؤنسل کی جنگ بندی قرارداد کو تسلیم کرنے کے بعد جنگی قیدیوں کی مصائب آمیز زندگی کا خیال کرتے ہی ایرانی عوام آزردہ خاطر ہو جاتے تھے۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ آپ لوگوں کی گرفتاری و اسیری کے موقع پر عوام میں طرح طرح کے خیالات پائے جاتے تھے کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ لوگوں کی آزادی کے لئے دشمن کو اگر کچھ مراعات دی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس کے برعکس جو لوگ اصول انقلاب، راہ امام اور آپ لوگوں کے مطالبات سے آشنا تھے یہ کہتے تھے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کو آپ اور آپ کے گھر والے نہیں پسند کرتے بلکہ ان کا یہ اعلان ہے کہ ہم صبر و تحمل سے کام لیں گے مگر دشمن کو خصوصی مراعات نہ دیں گے۔

حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ آخر کار خداوند عالم نے اس صبر کا نتیجہ دکھا دیا اور لوگوں کو راضی و خوشحال بنا دیا۔ صدر جمہوریہ نے مزید کہا کہ لوگوں کا جہاد بے نتیجہ و بے مقصد نہ تھا بلکہ دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ حق آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔

صدر جمہوریہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہمیں بے حد افسوس ہے کہ آپ لوگ ایسے وقت پر وطن واپس آئے ہیں کہ امام عزیز ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ آپ لوگوں کا دل گواہی دے رہا ہوگا کہ امام آپ لوگوں کی رہائی کے لئے کتنا بے چین تھے۔ آج ان کی روح ہمارے اس اجتماع میں موجود ہے اور آپ لوگوں کی فاتحانہ وطن واپسی کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

حجۃ الاسلام رفسنجانی نے زور دیتے ہوئے کہا کہ اگرچہ آج جسمانی اعتبار سے امام خمینیؒ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی یاد، ان کے آثار و افکار اور

(باقی ص ۳۹ پر)

آزادگان کی وطن واپسی کے موقع پر

حجۃ الاسلام سید احمد خمینی کا پیغام

اسلامی جمہوریۂ ایران کی عظیم الشان کامیابی، مقبوضہ ایرانی علاقوں سے عراقی فوج کی واپسی اور آزادگان کی وطن واپسی کے موقع پر حجۃ الاسلام سید احمد خمینی نے ملت اسلامیہ ایران کے نام مندرجہ ذیل پیغام جاری کیا ہے۔

"فرزندان خون وشہادت وعزت اور آزادی کے عظیم المرتبت پرچمدار خمینیؒ معظم کے صابر ووفادار ساتھیوں کی افتخار آفریں وعظیم الشان واپسی اور اسلامی انقلاب کے گلگوں کفن شہداء کے ہمراہ دشمن کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے آزادگان رشید کی وطن واپسی امت اسلامیۂ ایران، رہبر معظم انقلاب اسلامی اور خانوادۂ آزادگان کو مبارک ہو۔

ہمارا اسلامی ملک آج ان مہمانوں کا استقبال کر رہا ہے جنمیں سے ہر ایک کئی سال جہاد ومعرکہ آرائی وشہادت وصبر کی یادوں پر مشتمل ایک عظیم کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہی فولادی لوگ ہیں جنہوں نے شہیدوں کے خون کے کوثر کے قریب اپنی شجاعت وجوانمردی کے جوہر دکھائے ہیں اور پوری دنیائے انسانیت کو اپنی شجاعت وثابت قدمی سے حیرانی میں ڈال دیا تھا۔ کاش آج امام اور شہداء ہمارے درمیان ہوتے اور ان فرزندان اسلام کا استقبال کرتے ہوئے انہیں اپنی آغوش

ہمارا اسلامی ملک آج ان مہمانوں کا استقبال کر رہا ہے جنمیں سے ہر ایک کئی سالہ جہاد ومعرکہ آرائی وشہادت وصبر کی یادوں پر مشتمل ایک عظیم کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہی فولادی لوگ ہیں جنہوں نے شہیدوں کے خون کے کوثر کے قریب اپنی شجاعت وجوانمردی کے جوہر دکھائے ہیں

محبت میں لے لیتے۔ یہ انتہائی فخر وسربلندی کی بات ہے کہ ہماری دفاعی جنگ ایسے مرحلہ پر ختم ہوئی کہ اسلامی جمہوریۂ ایران کی وسیع وعظیم سرزمین اپنی تمام جغرافیائی، عقیدتی اور سیاسی سرحدوں پر قائم وثابت قدم ہے اور ملت اسلامیۂ ایران ایک کوہ عظیم کی طرح استوار اور عالمی سامراج بالخصوص امریکہ کی سازشوں کو پوری طرح ناکام کر چکی ہے اور ملک ایران خلیج فارس اور عالم اسلام میں ایک عظیم طاقت کی حیثیت رکھتا ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایران کو حاصل ہونے والی یہ عزت وسربلندی امام خمینیؒ کے مقدس ارمانات کی پیروی، شہداء وآزادگان ومفقودین کی قربانی اور پسماندگان کے صبر وثبات قدم کا نتیجہ ہے۔

انشاء اللہ ملت اسلامیہ ایران ان اسوۂ جہاد کا پرجوش استقبال کرتے ہوئے ان عزیزان وطن کی آئندہ زندگی کو کامیاب وخوشگوار بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی۔ خداوند عالم ہم لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

صدر جمہوریۂ اسلامی ایران حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی کے

خطبہ نماز جمعہ

کی

ایک جھلک

صدر جمہوریۂ اسلامی ایران و امام جمعۂ تہران حجت الاسلام ہاشمی رفسنجانی نے اپنے حالیہ خطبہ نماز جمعہ میں سپاہیان اسلام کی تازہ ترین و عظیم الشان کامیابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

دشمن ہماری سرزمین سے باہر چلا گیا اور آزادگان بڑی تیز رفتاری سے وطن واپس آرہے ہیں عمر دراز سے انتظار کی گھڑیاں بسر کرنے والوں کے سکون کا سامان فراہم ہوگیا، سلامتی کاؤنسل قرارداد میں ہماری پیش کردہ شرطوں کو تسلیم کرلیا اور عراق نے معاہدہ الجزائر ۱۹۷۵ء کو دوبارہ قبول کرلیا حالانکہ ہمارے خلاف جنگ کی شروعات اسی معاہدہ" کے بہانہ کی گئی تھی۔ یہ وہی چیزیں ہیں جنکا آزادی خرم شہر کے بعد ہم نے مطالبہ کیا تھا لیکن اس وقت ہمارا مطالبہ تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور آج آٹھ۔ نو سال کے بعد انھیں مطالبات کو تسلیم کرلیا گیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خداوند عالم نے یہ کامیابی ہم لوگوں کو عطا کردی۔ اگر آزادی خرم شہر کے بعد وہ لوگ ہمارے ان مطالبات کو تسلیم کرلیتے یعنی ہمارے ملک کی سرحدوں سے باہر چلے جاتے "معاہدہ الجزائر کی توثیق کردیتے اور دیگر مسائل کو گفتگو کے ذریعہ حل کرنے پر آمادہ ہوجاتے تو ہم جنگ کو اسی زمانے میں ختم کردیتے لیکن اس وقت ان لوگوں نے ایسا نہ کیا۔۔۔۔

معاہدہ الجزائر ۱۹۷۵ء کی دوبارہ توثیق نے ان سبھی لوگوں کو شرمناک شکست سے دوچار کردیا جو اس معاملے میں عراق کے ساتھ تھے اور اب وہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑے رہ گئے۔ جو لوگ مال و دولت، اسلحہ و سپاہی اور تبلیغات اور بندرگاہوں کے ذریعہ حملہ آور کی حمایت کررہے تھے ان کا دعویٰ تھا کہ شط العرب عربی سرمایہ ہے وہ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صاحب معاملہ اور ملکیت کا دعویدار نے خود ہی اسے حقیقی حقدار کے سپرد کردیا ہے۔ چنانچہ آج وہ لوگ۔۔۔ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ آٹھ سال تک کس طرح ہم لوگوں کو جنگ میں الجھائے رکھا اور اب ہمیں شرمندہ و ذلیل کردیا۔۔۔۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کامیابی کے اسباب و عوامل کیا ہیں۔ دراصل اس کامیابی کے بہت سے اسباب ہیں لیکن سردست میں ان کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتا۔ یقیناً ایسا نہیں ہے کہ ہم یہ دعویٰ کریں کہ یہ ہماری دانشمندانہ ڈپلومیسی کا نتیجہ ہے البتہ یہ سیکڑوں دیگر اسباب و عوامل کا آخری حصہ ضرور ہے۔ اس کی سب سے بنیادی وجہ یہ ہے کہ امت اسلامیہ ایران نے امام خمینیؒ کی قیادت میں دس سال تک ایسی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور ان کے افکار و عقائد اور مطالبات پر اس طرح اٹل رہے کہ دنیا کے عظیم پہاڑ کا روپ اختیار کرلیا چنانچہ بڑے بڑے طوفان بھی اس کو ہلا نہ سکے اور سپاہیان اسلام نے میدان جنگ میں اپنی شجاعت و جوانمردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیا حیران رہ گئی۔ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک ملک نے تن تنہا اپنی مظلوم قوم کے سہارے دنیا کی تمام شیطانی طاقتوں یعنی مشرق و مغرب کی رجعت پرست طاغوتی و صہیونی طاقتوں کی فراہم کردہ دولت و فوجی طاقت اور دنیا کے خوفناک ترین اسلحوں سے مسلح فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہو۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اکثر ملکوں نے اپنے ذرائع ابلاغ اور اپنی بندرگاہیں بھی عراق کے سپرد کررکھی تھیں اور ایران اقتصادی ناکہ بندی کے بوجھ سے بھی دبا ہوا تھا، اس کا بائیکاٹ بھی کیا جاچکا تھا اور اس کے ملکی سرمایہ کو بھی ضبط کیا جاچکا تھا اور جن اشیاء کی پیشگی رقم ادا کی جاچکی تھی اسے بھی سپلائی نہیں کیا جارہا تھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود

ملت ایران نے حملہ آور دشمن کے خلاف ایسی جنگ کی جس کی مثال تاریخ کے صفحات میں نظر نہیں آتی اور پتہ نہیں مستقبل میں اس کی کوئی مثال ہوگی یا نہیں؟!

عراق کے مختلف قید خانوں میں ہمارے آزادگان (جنگی قیدیوں) نے ایسی متانت و سنجیدگی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ دنیا حیران رہ گئی اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کوہ ہمالیہ کی طرح اپنے موقف پر اٹل رہنے والے سپاہیان اسلام کس شان و شوکت کے ساتھ وطن واپس آ رہے ہیں اور اپنی عظیم الشان آمد سے ایرانی عوام کے درمیان کیسا جوش و خروش پیدا کر رہے ہیں۔

ہم لوگوں نے بھی اس سلسلے میں ہونے والے مذاکرہ، مسافرت پروگرام، مباحث مخفیہ ڈپلومیسی اور ملک کی خارجہ پالیسی کی تمام ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا اور اس منزل تک پہنچ گئے کہ آج بحمد اللہ، ہم کامیابی محسوس کر رہے ہیں یعنی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ وعدہ الٰہی کے پورا ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں رہ گیا ہے.....

آج سب سے زیادہ اہم مسئلہ کویت پر عراقی حملہ اور علاقہ میں بیرونی ممالک کی فوجوں کی موجودگی ہے۔

اس سلسلے میں دنیا ہمارے موقف سے پوری طرح آگاہ ہے اور ہم اپنے موقف کا اعلان بھی کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے قائد کی طرف سے بیان جاری کیا جا چکا ہے اور ہم واضح طور پر یہ بتا چکے ہیں کہ اصولاً ہمارا ہر موقف قرآن اور دیگر اسلامی احکام و قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔

ہمارے ہر فیصلے کی بنیاد اسلامی معارف ہیں اور ہمارے لئے کویت پر کسی قسم کا کوئی بھی حملہ قابل قبول نہیں ہے اگرچہ اس ملک کے حکام سے ہمارا اختلاف رہا ہے اور یہ بات بھی اپنی جگہ پر کہ ان لوگوں نے جنگ کے دوران ہمارے دشمن کی بھرپور مدد کی تھی اور ہمارے اوپر ظلم کیا تھا۔ اس کا حساب الگ ہے

لیکن ہماری نظر میں یہ قطعی جائز نہیں ہے کہ کویتی عوام یا ایک آزاد ملک کو ظلم و تجاوز کا شکار بنایا جائے اگر دونوں کے درمیان اختلاف تھا تو انھیں بین الاقوامی اداروں یا علاقائی تنظیموں سے رجوع کرنا چاہیئے تھا۔

پس ہم نے تجاوز کاری کی ابتدا ہی میں، جبکہ خلیج تعاونی کاؤنسل کے ممبر ممالک نے جو کویت کے دوست کہلاتے ہیں، اپنے ریڈیو سے اس کی خبر شائع کرنے میں بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا، ہم نے اس حملے کی اعلانیہ مذمت کی تھی اور ہمارے اس منصفانہ اقدام نے کویتی دوستوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا کہ جس کویت نے ہمارے ساتھ ایسی بداخلاقی کی تھی آج ہم اسکی حمایت کیسے کر رہے ہیں لیکن ہم کویت کی نہیں بلکہ حق کی حمایت کر رہے ہیں اور افراد سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ پس عراق کو کویت سے باہر آجانا چاہیئے اور کسی قیمت پر بھی عراق کا کویت میں باقی رہنا قابل تحمل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ خلیج فارس کے حالات کے درہم برہم ہونے پر اگر عرب راضی بھی ہو جائیں تو بھی ہم راضی نہیں ہیں۔ ہم خلیج فارس کے بڑے حصہ دار ہیں اور خلیج کے سواحل میں ان بڑی بڑی تبدیلیوں کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے ہیں لہٰذا عراق کو بہر حال کویت چھوڑ دینا چاہیئے۔ سردست ہمارے ساتھ صلح کرنی ہے یہ الگ مسئلہ ہے اور ہمارا دفتر صلح بالکل الگ ہے اور ہم عراقیوں کے ساتھ ایک اچھے پڑوسی جیسے تعلقات قائم کریں گے اور دونوں ممالک باہمی تعاون و ہمکاری سے کام لیں گے لیکن یہ حساب اس حساب سے بالکل الگ ہے اور عراق کو کویت سے باہر آجانا چاہیئے۔

اس حملہ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے علاقے میں بیرونی فوجوں کی بھرمار ہو گئی اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ فوجیں نیک ارادہ رکھتی ہیں۔

ممکن ہے اس کا ایک مقصد حملہ کی روک تھام ہو۔ اس حد تک ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کہ حملے کی روک تھام ہو اور اس کام میں ہر آدمی تعاون کرے لیکن اچھا تو تب تھا جب یہ کام خود اس علاقے کے ملکوں کے ذریعہ ہی انجام پاتا۔

علاقے میں ایران، ترکی، شام، مصر، عربستان.... سبھی تھے اور ہم لوگ باہمی تعاون سے یہ کام انجام دے سکتے تھے البتہ اس وقت حالات ٹھیک نہ تھے اور ہم لوگوں کے درمیان اچھے تعلقات نہ تھے۔ اگر یہ تعلقات ٹھیک ہوتے تو یہ کوئی مشکل کام نہ تھا۔

لیکن علاقے میں جمع ہونے والی فوجیں قربت کے ارادہ سے نہیں آئی ہیں۔ ان کا دل نہ کویتی عوام کے لئے تڑپ رہا ہے اور نہ کویتی حکام کے لئے اور اگر انھیں کویتی حکام سے کوئی ہمدردی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظر میں ان لوگوں سے زیادہ فرمانبردار کوئی دوسرا نہیں ہے ورنہ یہ کسی حق کے اجرا کے لئے نہیں آئے ہیں۔

...... پہلے مرحلہ میں ہماری سیاست اس کوشش پر مشتمل ہے کہ اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیں کہ علاقے میں جنگ نہ ہونے پائے کیونکہ اس علاقے میں جنگ کا انجام کیا ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ پورا علاقہ بارود کے ڈھیر کی طرح ہے اور اگر یہ طے ہوا کہ مسئلہ کا حل بم و گولہ باری کے ذریعہ نکالا جائے تو آگ تیل کے ذخائر کی نابودی، غیر معمولی اقتصادی بحران اور ایسی بہت سی

چیزوں کا وقوع پذیر ہونا ممکن ہے جو ساری دنیا کے لوگوں پر اثر انداز ہوں۔ اس لئے ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔

بہرحال ادھر رونما ہونے والے حوادث کی روشنی میں کچھ چیزیں سامنے آئی ہیں جنہیں ہم فہرست وار پیش کر رہے ہیں۔

اوّل یہ کہ معلوم ہوگیا کہ عراقی حکومت جو ہمارے خلاف مشغول جنگ تھی ایک وسعت پسند حکومت ہے اور عراقی حکام اپنے حق پر قانع نہیں ہیں چنانچہ کل جو ان کا ساتھی تھا آج وہ ان کے حملے کا شکار ہے۔

دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ علاقے کے یہ ممالک عالمی سامراج سے پوری طرح وابستہ ہیں اسی وجہ سے عالمی سامراج ان کی ایسی حمایت پر آمادہ نظر آرہا ہے البتہ یہ اس علاقے کی اہمیت ہے جس کی وجہ سے ایسے حالات ہوگئے ہیں۔

ہم لوگ ظلم و تجاوز کا نشانہ بنے لیکن ان کی آنکھوں سے ہمارے لئے ایک بوند آنسو بھی نہیں نکلا بلکہ ہماری پریشانیوں پر یہ خوش ہوا کرتے تھے اور اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ پوری دنیا میں کیسی بساط پھیلا دی گئی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خلیج فارس انتہائی اہم علاقہ ہے یعنی دنیا نے اس بات کو دوبارہ سمجھ لیا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں عادل اور عاقل افراد کو ہی مسائل کے بارے میں غور و فکر کرنی چاہیئے تاکہ یہ اہم علاقہ بحران کا مرکز نہ بننے پائے۔ دنیا کے سامنے یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر غور و فکر لازمی ہے۔

سب سے زیادہ اہم بات یہ واضح ہوگئی کہ اسلامی جمہوریہ ایران ایک بہادر، ثابت قدم اور انصاف پسند ہے اب تک یہ لوگ نہیں کہتے تھے کہ یہ حقیقت انکے سامنے بالکل واضح ہوگئی لیکن اب یہ لوگ اعتراف کر رہے ہیں آپ کو اپنا حق مل گیا اور آج سب یہ کہہ رہے ہیں کہ معلوم ہوگیا کہ حملہ آور کون ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مظلوم کون ہے؟ آج مغربی، مشرقی، رجعت پسند اور صیہونی ہر ایک حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایک قوم دس سال تک میدان جنگ میں کس مظلومی کے ساتھ اپنا دفاع کرتی رہی اور اس پر قدامت پرستی اور فسادی ہونے کا الزام لگایا جاتا رہا لیکن ہم اپنی خودداری پر قائم رہے۔ اس کے بعد جب صورت حال تبدیل ہوئی تو اکثر افراد یہ سوچنے لگے کہ اس وقت عراق کمزور ہوگیا ہے اور یہ موقع ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران عراق سے انتقام لے کیونکہ اس وقت عراق دوسری طرف گرفتار ہے۔ لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم اس طرح کے نہیں ہیں۔ ہم اپنے جائز حق سے زیادہ کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ سردست ہماری سیاست میں نرمی بھی آگئی ہے۔

مجموعی اعتبار سے حقائق پوری طرح نمایاں ہوچکے ہیں، حالات درست ہیں اور آج دنیا ہمارے بارے میں صحیح فیصلہ کر رہی ہے اور دنیا والوں پر وہ حقائق بھی پوری طرح واضح ہوگئے جس پر طرح طرح کے پردے ڈال دیئے گئے تھے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ ایسے حالات رونما ہوں جن میں عالم اسلام اور علاقے کی بھلائی ہو۔

بقیہ: آزادگان انقلاب اسلامی

صفحہ ۳۶ سے آگے

ان کے ارمانات پورے ملک پر حاکم ہیں اور یہ انتہائی خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کا بہترین و معتمد ترین شاگرد ان کا جانشین ہے اور امت کو راہ امام کی نشاندہی کر رہا ہے۔

صدر جمہوریہ آقائے رفسنجانی نے عراقی قید سے رہائی حاصل کرنے والے آزادگان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ لوگوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس طرح حساب لگاتے ہیں کہ اب دسیوں ہزار لوگ آبدیدہ فولاد کی طرح ملک کی خدمت میں مصروف نظر آئیں گے۔ انہوں نے اضافہ کیا کہ ہم قید سے رہائی حاصل کرنے والے نوجوانوں کو انقلاب اور جہاد کا گرانقدر ذخیرہ سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ جو خوشنودی پروردگار کے لئے برسوں قید کی سختیاں جھیلتے رہے ہیں اور اپنے پروردگار سے خصوصی رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں ان کی فولادی شخصیت ہمارے معاشرہ و انقلاب کے لئے ہمیشہ ایک عظیم ذخیرہ و پشتوانہ رہے گی۔

انہوں نے آزادگان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ، رہائی حاصل کرنے والے عام قیدیوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ آپ لوگ بیش قیمت انسانی ذخیرہ اور ملک کی تعمیر و ترقی کا پشتوانہ ہیں۔ آپ کے گھر والوں کا صبر و تحمل ہمارے لئے مضبوط پشتوانہ تھا اور اس پشتوانہ کے سہارے ہم لوگوں نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن سے اپنا حق حاصل کر لیا اور اب آپ لوگوں کی حمایت کے سہارے ملک و ملت کی تعمیر کا کام انجام دیں گے۔

اپنی تقریر کے آخر میں حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ ملک کے مفقود الاثر اور لاپتہ فوجی بھی جلد از جلد وطن واپس آجائیں گے اور ملک میں راسخ اتحادی ماحول اور آیت اللہ خامنہ ای کی قیادت میں ہم لوگ امام خمینیؒ کے مشن کی تکمیل میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں گے۔

بقیہ: امام موسیٰ بن جعفرؑ

میدان میں اپنے اس انقلابی و دلیرانہ عمل کے ذریعے اپنے پیروؤں کو حریت اور آزادیٔ ضمیر کے ساتھ جینے کا سلیقہ سکھایا ہے اور آپ کا یہ ناقابل فراموش درس حقیقتاً کتابوں اور مقالوں کی کئی ہزار جلدوں اور گفتگوؤں کے برابر قدر و قیمت اور دائمی اعتبار رکھتا ہے۔

آزادگان کی وطن واپسی اور خلیج فارس کا بحران

سفیر محترم آقای ابراہیم رحیم پور کا بیان

۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء کو عراقی حکومت نے امریکہ اور دیگر طاقتوں کی حمایت کے ساتھ اسلامی جمہوری نظام کی نابودی اور ایران کی تقسیم جیسے خطرناک مقصد کے تحت ہمارے ملک پر فوجی حملہ کر دیا۔ اگرچہ یہ حملہ اقوام متحدہ جنرل اسمبلی قرارداد ۱۹۷۴ میں ایران پر عراق کے اس وحشیانہ حملے کو بالکل نظرانداز کر دیا اور اقوام متحدہ کے منشور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حملہ آور کی مذمت اور تنبیہ کے سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھایا۔ اس قرارداد میں نہ ہمارے ملک کی سالمیت کی خلاف ورزی کی طرف کوئی اشارہ کیا گیا اور نہ عراقی فوجی حملے کی مذمت کی گئی اور نہ حملہ آور فوج سے مقبوضہ علاقوں کو خالی کرنے کا مطالبہ کیا گیا بلکہ اس میں فقط ایران و عراق سے یہ اپیل کی گئی کہ دونوں ملک زیادہ طاقت کا استعمال نہ کریں۔

در حقیقت اس قرارداد کا مفہوم یہ تھا کہ عراقی فوجیں مقبوضہ ایرانی علاقوں میں مستقل ڈٹی رہیں اور اسلامی جمہوریہ ایران اپنے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کے لئے عراقی فوجی ٹھکانوں پر حملہ نہ کرے۔ قرارداد ۴۷۹ کے اجراء کے بعد سلامتی کاؤنسل ۲۲ مہینوں تک خاموشی اختیار کئے رہی اور غالباً یہ وہی زمانہ ہے جب عراقی فوج ہمارے ملک کو روندتے ہوئے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور عراق مقبوضہ علاقے میں اپنی چھاؤنیوں کو مضبوط کرنے میں مصروف تھا۔ اور جب ایرانی فوج نے اپنے دندان شکن فوجی آپریشن کے ذریعہ ملک کے ایک بڑے حصہ کو دشمن کے چنگل سے آزاد کرا لیا تب حکومت جارڈن کی درخواست اور امریکہ کی حمایت کے ساتھ سلامتی کاؤنسل نے قرارداد ۵۱۴ جاری کی اور پہلی بار جنگ بندی کا اور فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ناوابستہ تحریک اور اسلامی کانفرنس تنظیم بھی بین الاقوامی قوانین کی اعلانیہ خلاف ورزی پر ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک خاموشی اختیار کئے رہی اور جب ایرانی فوج نے دشمن پر قدرے غلبہ حاصل کر لیا تو عالمی فضا میں ان کی آواز بھی سنائی دینے لگی لیکن یہ آواز حملہ آور کی مذمت پر نہیں بلکہ صلح و سمجھوتہ پر مشتمل تھی اس زمانے میں ایران بار بار یہ اعلان کر رہا تھا کہ اس کی جد و جہد کا مقصد حملہ آور کی مذمت جیسے انسانی و بین الاقوامی اقدار کا تحفظ ہے اور اگر آج دنیا اس اقدام کے خلاف نہ اٹھ کھڑی ہوئی تو پھر آئندہ وہ حملہ آور کی مذمت جیسے اصول پر کیسے کاربند رہ سکتی ہے اس وقت دنیا کے اکثر ملک اور حکومتیں اس بنیادی اصول پر ایران کی ثابت قدمی کو ایک طرح کی ضد اور ہٹ دھرمی سے تعبیر کر رہی تھیں اور اسلامی جمہوریہ ایران اکثر بین الاقوامی و علاقائی تنظیموں کی لعنت و ملامت کا نشانہ بنا ہوا تھا کہ ایران آخر اس طرح کی ضد اور ہٹ دھرمی پر کیوں تلا ہوا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ عراقی پروپگنڈہ مشین اور ذرائع ابلاغ نے علاقے کے عرب ملکوں کو اس درجہ متاثر کر لیا کہ ہر ایک نے ایران کو نسل پرست کا نام دے دیا اور اس جنگ کو عرب و عجم کی جنگ کا نام دے دیا اور یہ کہنے لگے کہ ایران نسل پرستی کی بنیاد پر اس علاقے کو خلیج فارس کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ فراموش کر دیا کہ اگر کسی تاریخی نام کا ذکر نسل پرستی ہے تو پھر بحر عرب،

بحر عمان اور بحر ہند جیسے تمام نام جغرافیائی نقشے سے حذف کر دینا چاہیے۔

بہرحال سب باہم متحد ہو گئے اور ایران اس معرکہ میں تنہا رہ گیا اور آٹھ سال تک "حملہ آور کی مذمت" جیسے بین الاقوامی و انسانی اصول کا دفاع کرتا رہا۔ واضح رہے کہ یہ اصول فقط اقوام متحدہ منشور کا ایک اہم حصہ ہی نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام ممالک کے درمیان برابری و مساوات کی بنیاد بھی ہے۔ ایران اپنی اس جد و جہد کے ذریعہ دنیا پر یہ ثابت کر دینا چاہتا تھا کہ ایک آزاد قوم ظلم کے سامنے سر نہیں جھکاتی ہے، چاہے اسے بڑی سے بڑی قیمت ہی کیوں نہ چکانی پڑے۔ لیکن ایران و عراق جنگ میں جو بیج لگائے گئے تھے انکے منحوس و نامبارک ثمرات آج دنیا کے سامنے موجود ہیں اور اسلامی جمہوریۂ ایران کے رہبر عظیم الشان امام خمینیؒ کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہو گئی کہ اگر آج آپ لوگوں نے ظلم و تجاوز کی حمایت و تقویت کی تو ایک دن اس آگ کی لپٹ آپ کے دامن کو بھی پکڑ لے گی۔ اور آج بھی اسلامی جمہوریۂ ایران تعلیمات عالیۂ اسلام کی پیروی کرتے ہوئے بین الاقوامی انسانی اصولوں پر کاربند ہے۔ چنانچہ خواہ وہ کویت پر عراقی حملے کی ابتدائی منزل ہو اور چاہے اس کی حالیہ عظیم الشان کامیابی کے بعد کا زمانہ ہو، ایران نے ہر حال میں اپنے منطقی اور اصولی موقف اور بین الاقوامی حقوق کا احترام کیا ہے اور اسلامی انقلاب کے بعد حاصل ہونے والی اپنی حالیہ عظیم الشان کامیابی کا اسکی سیاست پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے چنانچہ کویت پر عراق کا قبضہ ہونے کے فوراً بعد ایرانی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری کئے گئے ایک بیان میں علاقائی مسائل کے حل کے لئے طاقت کے استعمال کو ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کیا گیا کہ عراق کا یہ اقدام خلیج فارس جیسے اہم اور حساس علاقے کی سلامتی کے لئے

> یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ سعودی عرب اور خلیج فارس کے علاقے میں امریکی اور مغربی فوجوں کے انبار اور عراق کو ڈرانے اور دھمکانے سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے

زبردست خطرہ ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے اس بیان میں ایران نے کویت پر اس عراقی حملے کی اعلانیہ مذمت بھی کی۔ اس بیان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر موجودہ حوادث کو ماضی میں ظلم و تجاوز کے ساتھ حمایت و تعاون کا وہ نتیجہ کہا جا سکتا ہے جس کی طرف اسلامی جمہوریہ ایران بار بار اشارہ کر رہا تھا لیکن اسلامی جمہوریہ ایران تمام ملکوں کی سالمیت و حاکمیت کو محترم سمجھتے ہوئے کسی ملک کے داخلی امور میں عدم مداخلت کو حکومتوں کے درمیان تعلقات کے سلسلے میں بنیادی اصول کا درجہ دیتا ہے اور چونکہ عراق کے حالیہ فوجی اقدام سے مذکورہ اصول کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس کا قومی، علاقائی اور عالمی امن و سلامتی پر گہرا اثر ہوگا نیز اس کی وجہ سے علاقے میں بیرونی افواج کے جمع ہونے کا بہانہ مل جائے گا لہٰذا ایران، کویت سے عراقی فوجوں کی فوری واپسی کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ اپیل کرتا ہے کہ باہمی تنازعہ کو بات چیت کے ذریعہ حل کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ اسلامی جمہوریہ ایران اس علاقے کا ایک اہم ملک ہے اور خلیج فارس کا سب سے بڑا حصہ دار ہے اور اس علاقے میں عظیم مفاد و مصالح کا حامل بھی ہے لہٰذا وہ ایسے حوادث کو کیسے نظرانداز کر سکتا ہے جو اس کی قومی سلامتی اور علاقائی امن و ثبات کے لئے زبردست خطرہ کی حیثیت رکھتے

ہیں۔ اسی طرح کویت کے الحاق کے اعلان کے بعد اسلامی جمہوریۂ ایران کی وزارت خارجہ نے ایک بیان جاری کرتے ہوئے عراق کے اس اقدام کو بین الاقوامی قوانین حقوق کے منافی قرار دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی جمہوریۂ ایران اس قسم کے اقدامات کو انتہائی ناپسندیدہ اور اقوام کے تسلیم شدہ قومی حقوق کو پامال کرنے والا سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پاناما اور گرینیڈا جیسے ملکوں میں امریکہ کے فوجی حملات نے ساری دنیا میں وسعت پسندانہ فوجی اقدامات کی راہ ہموار کر دی ہے اور عراق جیسے ملکوں میں اتنا حوصلہ پیدا کر دیا ہے کہ وہ بھی امریکہ کی طرح وسعت پسندانہ راہ و روش سے کام لیں۔

عالمی قوانین اور اخلاقی اصول و آئین کی پیروی کرنے والے ملک اسلامی جمہوریۂ ایران نے دنیا والوں پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی قوم ثابت قدمی اور آہنی ارادہ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو تو کامیابی یقینی ہے اور آج اسی اصول کے تحت اس بات پر تاکید کرتا ہے کہ سرزمین حجاز میں مسلمانوں کی مقدس زیارتگاہیں اور علاقۂ خلیج فارس سے بیرونی فوجوں بالخصوص امریکی اور دیگر مغربی فوجوں کی واپسی لازمی ہے اور یہ کام اقوام متحدہ سلامتی قوانین و ضوابط اور علاقے کے ملکوں کے باہمی تعاون سے انجام پانا چاہیئے۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ سعودی عرب اور خلیج فارس کے علاقے میں امریکی اور مغربی فوجوں کے انبار اور عراق کو ڈرانے اور دھمکانے سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہ بارود کے اس ڈھیر کی طرح ہے جو ماچس کی ایک تیلی یا بندوق کی ایک گولی سے ایک خوفناک دھماکہ کی شکل اختیار کرے گا اور یہ بات فقط اس علاقے کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگی۔

صدام حسین اور شاہ فہد
امریکی سازش کے تحت اسلام اور مسلمانوں کو بے وقعت کر رہے ہیں

ڈاکٹر اقبال (آل انڈیا جعفری پولیٹیکل کانفرنس۔ دہلی)

اقوام متحدہ کی سلامتی کاؤنسل بڑی طاقتوں کے مقابلہ چھوٹی طاقت کو تحفظ دینے کے لئے بنایا گیا ہے تاکہ چھوٹے ملک بڑے ملکوں کی جارحیت سے امن میں رہیں۔ کوئی اپنی عسکری طاقت کے ذریعہ دوسرے ملک پر مسلط نہ ہو سکے۔ ہر ملک امن اور سلامتی سے رہے۔

عراق کی جارحیت کے خلاف کویت کو اتحادی سیکورٹی کاؤنسل میں جانا چاہیئے تھا۔ لیکن برخلاف اس کے امریکہ نے عراق کے خلاف قرارداد کا مسودہ اتحادی سیکورٹی کاؤنسل میں رکھا جو ۱۳ ووٹوں سے عراق کے خلاف اور امریکہ کے حق میں پاس ہوگیا۔ سیکورٹی کاؤنسل نے عراق کے خلاف تجارتی ناکہ بندی کے لئے طاقت کا استعمال کرنے کی اجازت دے دی اقوام متحدہ کی سلامتی کاؤنسل امریکہ کا کھلونا ہے۔ جب چاہا ویٹو پاور سے اس کو توڑ دیا۔ اور جب چاہا اپنے حق میں قرارداد منظور کرالی۔

۴۵ سالہ تاریخ میں پہلی بار اتنی جلدی یہ قرارداد اس طرح پاس ہوئی اور اس پر عمل بھی ہوگیا! یہ منصف مزاج سیکورٹی کاؤنسل اس وقت کہاں گئی تھی جب فلسطینیوں کے ذہن پر امریکہ کے لے پالک اور عادی مجرم اسرائیل نے ۱۹۴۸ء میں غاصبانہ قبضہ کیا اور فلسطین کے علاوہ جولان کی پہاڑیاں (چوٹیاں) نہر اردن کا مغربی کنارہ۔ غازہ پٹی۔ صحرائے سینا اور مشرقی بیت المقدس پر ناجائز قبضہ کرکے اپنی ناجائز حکومت میں شامل کر لیا۔ اس وقت اس مجرم کے خلاف نہ کوئی اقتصادی پابندی کا نفاذ ہوا اور نہ قوت کا استعمال ہوا! یہ سیکورٹی کاؤنسل تماشہ دیکھتی رہی!

۱۹۲۵ء میں جنیوا معاہدہ پر ۲۵ ملکوں نے دستخط کئے تھے کہ جنگ میں کیمیاوی ہتھیار اور زہریلی گیس کا استعمال کوئی نہیں کرے گا۔ سعودی خاندان اور امیر کویت کی دولت سے' یورپی سامراج کے ہاتھوں عراق نے کیمیاوی ہتھیاروں اور زہریلی گیس کے ذخیرہ جمع کئے کیونکہ امریکہ کا عربوں سے مفاد وابستہ ہے' اس لئے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور جب عراق نے اپنی شکست یقینی جان کر ایران کے خلاف کیمیاوی ہتھیار استعمال کئے تو اس وقت سیکورٹی کاؤنسل جنیوا معاہدہ۔ ناٹو۔ اور ناوابستہ ممالک سب خاموش تماشائی بنے رہے۔ ۱۹۸۸ء میں ۰۰۰،۳۰ کرد۔ مرد عورت' بچے' بوڑھے صدام نے کیمیاوی ہتھیاروں سے مار ڈالے۔ تمام دنیا میں انسانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اس خونی منظر پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کر سکے۔

امریکہ کا مطمع نظر اسلامی ممالک پر اپنا تسلط برقرار رکھنا ہے۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ اس مشن میں امریکہ کامیاب ہوگیا۔ یہی مشرقی اور مغربی سپر طاقتیں اسرائیل کی موجد اور محافظ ہیں۔ امریکہ نے اپنی اس ناجائز اولاد کو پروان چڑھانے کے لئے برطانیہ اور فرانس وغیرہ سے اسرائیل کو سیاسی اور اقتصادی حمایت حاصل کرائی تاکہ یہ مٹھی بھر اسرائیل فلسطین اور اسلامی ممالک کے علاقوں پر اپنا تسلط قائم کر لے۔ عرب ممالک شباب وشراب کی وجہ سے اپنے عیاشی کے اڈوں امریکہ' برطانیہ اور فرانس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ عرب ممالک ہی فلسطین اور اسلامی ممالک کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ عرب ممالک کے قائد بننے کا خواب دیکھنے والے انور سادات۔ اسرائیل کے قدموں پر جا گرے۔ اور کرنل قذافی جو گرین بک لے کر مبعوث ہوئے ہیں زبانی جنگ کرنے کے ماہر ہیں۔ جارڈن کے شاہ حسین اپنے کو نجیب الطرفین سمجھتے ہیں۔ نجدی خاندان عرب خود کو متولی حرم سمجھتا ہے۔ یہ سب عرب ممالک کے چودھری بننے کا خواب تو دیکھ رہے ہیں لیکن اسلام کے تحفظ کی ان کو کوئی فکر نہیں۔ صدام ان سب سے بازی لے گیا۔ ان چند صدیوں میں صدام سے زیادہ کسی نے بھی مسلمانوں کے خون سے ہاتھ

نہیں لگے ہیں۔ صدام کی توپیں اسرائیل کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں تو صرف اپنے ہی بھائیوں پر آگ برساتی ہیں۔

تمام عرب ممالک کو آپس میں سیاسی اور فوجی اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہی رہبر انقلاب آیت اللہ روح اللہ الموسوی خمینی طاب ثراہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تمام دنیا کے مسلمان ایک ایک بالٹی پانی ڈالیں تو اسرائیل کا وجود ختم ہو جائے۔ ایران نے کہا تھا کہ اے صدام! تو نے جن توپوں کا منہ ہماری طرف کیا ہے آؤ ہم دونوں مل کر اپنی توپوں کا منہ اسرائیل کی طرف کر دیں۔ یہی عرب تھے جنہوں نے اس تجویز کو مسترد کیا بلکہ الٹا صدام کو سیاسی معاشی اور اقتصادی امداد دے کر ایران پر کیمیاوی بم برسائے۔

ایران نے ۱۹۷۹ء میں رضا شاہ سے اپنے ملک ایران کو آزاد کر کے سب سے پہلا کام اسرائیل کا سفارتخانہ فلسطینی سفارت خانہ میں تبدیل کیا' اسرائیل کو تیل کی سپلائی بند کر دی۔ ایران میں مقیم اسرائیلی جاسوسوں کو بند کر دیا' اسرائیل کے خلاف بہت بڑے پیمانے پر مہم شروع کی۔ یہ دیکھ کر اسرائیل اور امریکہ خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں قائد انقلاب امام خمینیؒ کی رہنمائی میں عرب ممالک اور اسلامی ممالک متحد ہو کر علم جمہوریہ اسلامی بلند نہ کر دیں۔ امریکہ نے اپنے پجاری نجدی خاندان سے کہا کہ اب تمہارا امتحان حق وفاداری ہے تم صدام کے ساتھ مل کر ایران پر حملہ کرو۔ یہ سن کر عرب کے سعودی شاہ اور امیر کویت اپنے آقا امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے ۸ سال تک ایران پر سب نے مل کر قیامت صغرا برپا کی اس کو ایرانی عوام نے اپنی قوت برداشت اور تائید خدا سے برداشت کیا۔ صدام کے ذریعے اپنے تمام حربے ایران کے خلاف استعمال کئے لیکن ایران کے پایۂ ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی' دنیا نے دیکھ لیا کہ حق فاتح ہوا۔ ایران اپنے موقف میں کامیاب ہوا۔ صدام نے یکطرفہ بلاشرط

آؤ ہم سب مل کر عرب کی زمین سے امریکی فوجوں کا انخلا اور نجدی خاندان کی شہنشاہیت کا خاتمہ کر کے عرب پر جمہوریۂ اسلامی کا پرچم لہرائیں

سب کچھ قبول کر لیا۔ ایران کا مقبوضہ علاقہ اور اپنے قیدی' شط العرب کا معاملہ ایران کی خواہش کے مطابق مان لیا۔

صدام احسان فراموش اور محسن کش نے کویت پر حملہ کر کے بغیر کسی مزاحمت کے دو چار گھنٹوں میں پورے کویت پر قبضہ کر کے اپنا تسلط کر لیا۔ اور کویت کو اپنے ملک عراق میں ضم کر لیا۔ عربوں کی جو پرانی عادت ہے قتل' لوٹ مار' عصمت دری وغیرہ وہ سب پرانی تاریخ کویت میں دہرائی گئی۔ کویت کا عربوں ڈالر کا سونا بغداد میں منتقل کر لیا گیا۔

صدام سعودی خاندان کو بھی احسان کرنے کا بدلہ اپنی عسکری طاقت سے دینا چاہتا تھا۔ کہ سعودی خاندان نے اپنی شہنشاہیت جاتے دیکھی تو اس خودساختہ متولیان حرم نے رب کعبہ کو نہ پکارا بلکہ اپنے امریکی اور مغربی رب کو مدد کے لئے پکارنے لگے۔

امریکہ اور اسرائیل کی فوجیں خلیج فارس اور بحر عرب میں امریکی بحری کا بیڑے لے کر آگئیں۔ جس زمین پر نزول ملائکہ ہوتا تھا۔ اسی مقدس زمین پر امریکی فوجیں جس طرح گدھ مردہ لاش پر آتے ہیں' اتر رہی ہیں۔ نیم عریاں امریکی عورتیں اور امریکی فوجی شراب پی کر جہاں اس ارض مقدس کا تقدس پامال کر رہے ہیں۔ وہیں اسلامی تہذیب کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ جس زمین پر رسول اکرمؐ آرام فرما رہے ہیں' جس زمین پر حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے خانۂ خدا کی تعمیر کی۔ جس زمین پر سورۂ برأت عتاب الٰہی بنکر کفار مکہ پر نازل ہوا۔ جس زمین کو محسن انسانیت خاتم نبوت نے خطۂ دار الامن قرار دیا' اسی زمین کے تقدس کو نجدی خاندان نے سعودی شہنشاہیت کی بقا کے لئے امریکی کافروں کو دعوت عیاشی دی ہے۔ ان سعودیوں نے اپنے عقیدے اور مذہب کا مظاہرہ حج بیت اللہ کے موقع پر ایرانی حاجیوں کو قتل کر کے کیا تھا اور اب ۵ ہزار مصری لڑکیوں کو امریکی اور اسرائیلی فوجیوں کی ہوس رانی کا شکار بنانے کے لئے ملازمت دے کر نہ صرف اسلام و مسلمین کو بے وقعت کیا ہے بلکہ حجاز مقدس کی توہین کی ہے۔ یہ دعوت ان لوگوں نے دی ہے جو سلمان رشدی کو واجب القتل نہ بتاتے ہوئے حج کے موقع پر ایرانیوں کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔

اگر اب بھی تمام دنیا کا مسلمان اس نجدی خاندان سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ آزاد نہیں کراتا۔ تو ایک دن قبلۂ اول کی طرح خانۂ خدا پر امریکہ کا قبضہ (خدا نہ کرے) ہو جائے گا۔ اس وقت کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا آؤ ہم سب مل کر عرب کی زمین سے امریکی فوجوں کا انخلا اور نجدی خاندان کی شہنشاہیت کا خاتمہ کر کے عرب پر جمہوریۂ اسلامی کا پرچم لہرائیں۔

۱۹۲۶ء سے ابتک

دنیا میں امریکی فوجی مداخلت کا اجمالی خاکہ

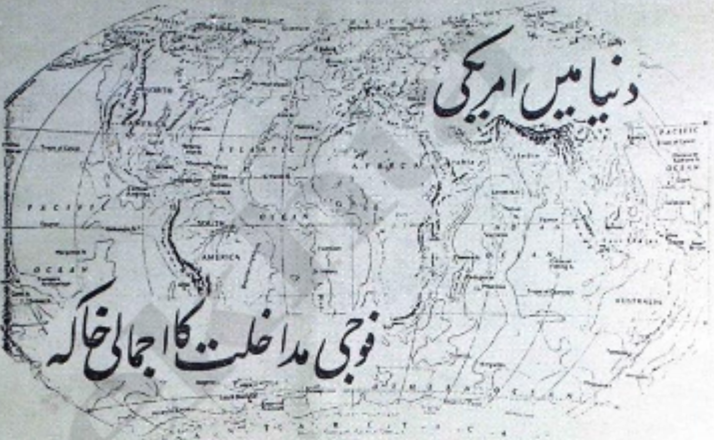

۱۹۲۶ء ۔ امریکی بحری افواج کے پانچ ہزار مسلح سپاہیوں نے جنگی طیاروں کی حمایت کے ساتھ شاہی حکومت کے خلاف چین کے عوامی انقلاب کو کچل ڈالا۔

۱۹۲۷ء ۔ ہزار مسلح امریکی فوجیوں نے پاراگوئے کے عوامی انقلاب کو نیست و نابود کر دیا اور اس ملک پر ایک امریکہ غلام حکومت مسلط کر دی۔

۱۹۴۸-۵۳ء ۔ امریکی حکومت نے اپنے ۲۰ ہزار مسلح فوجیوں کے ذریعہ حکومت فلپائن کی حمایت کے ... فلپائنی حکومت کے خلاف برپا ہونے والی فوجی بغاوت کو ناکام بنا دیا۔

۱۹۵۰-۵۳ء ۔ اقوام متحدہ افواج کے پردہ میں امریکی فوج نے کوریائی جنگ میں مداخلت کی اور جنوبی کوریا کی فوجی حمایت کی۔

۱۹۵۴ء ۔ امریکی فوج نے مرکزی امریکہ میں واقع ملک گوئٹے مالا میں فوجی مداخلت کی اور اس ملک کے جمہوری نظام کو سرنگوں کر کے یہاں اپنے غلاموں کو حاکم بنا دیا۔

۱۹۵۴ء ۔ امریکی فوج نے ویتنام میں اپنی غیر قانونی مداخلت کا سلسلہ جاری رکھا اور لاؤس پر حملہ بھی کیا۔

۱۹۵۸ء ۔ ۱۴ ہزار امریکی فوجیوں نے اپنے چھٹے بحری بیڑے کی حمایت کے ساتھ لبنان میں کمیل شمعون کی حکومت کے خلاف لبنانی مسلمانوں کے انقلاب کو ناکام بنا دیا۔

۱۹۶۰ء ۔ امریکی فوج نے مرکزی امریکہ میں واقع نکاراگوا، پناما اور گوئٹے مالا ملکوں میں اعلانیہ مداخلت کی۔

۱۹۶۱ء ۔ کیوبا میں فیدل کاسترو کی حکومت کے خلاف کی جانے والی فوجی مداخلت میں امریکہ کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔

۱۹۶۴-۶۵ء ۔ امریکی افواج نے ویتنام کے خلاف بھرپور جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ میں ۵ لاکھ ۵۰ ہزار امریکی فوجی شامل تھے۔

۱۹۶۴ء ۔ امریکی افواج نے لاؤس پر ایک وسیع فوجی حملہ کیا جس کا مقصد وہاں کے عوامی انقلاب سے امریکہ غلام حکومت کا تحفظ تھا۔ اس حملے میں ۵۰ ہزار سے زیادہ امریکی فوجی، ۱۵۰۰ جنگی طیارے اور ۴۰ بحری جہاز شامل تھے۔

۱۹۶۵ء ۔ تقریباً ۴۰ ہزار امریکی فوجیوں نے ۲۰۵ جنگی طیاروں اور ۵۰ جنگی کشتیوں کی حمایت کے ساتھ ڈومینکن نامی ملک پر دھاوا بول دیا اور فوجی مداخلت کو جائز قرار دینے کے لئے یہ بہانہ کیا کہ اس ملک میں مقیم امریکیوں کی جان کو خطرہ لاحق تھا۔

۱۹۷۰ء ۔ امریکی فوج نے کمبوڈیا میں براہ راست فوجی مداخلت کی اور وہاں کے انقلابی عوام کا قتل عام کرتی رہی۔ اس فوجی مداخلت میں ۲۰ ہزار امریکی فوجی، ۵۰۰ سے زائد جنگی جہاز اور ۴۰ بحری جنگی جہاز شامل تھے۔

۱۹۷۴ء ۔ امریکی فوج جزیرہ قبرص میں داخل ہوئی اور امریکی شہریوں کے جان کی حفاظت کے بہانہ

باقی ص ۱۲ پر

اہم خبریں

آیت اللہ مرعشی نجفی کی وفات پر رہبر انقلاب کا پیغام

عالم جلیل القدر و نقیب اہلبیت علیہم السلام آیت اللہ العظمی سید شہاب الدین مرعشی نجفی رضوان اللہ علیہ کی وفات کے موقع پر میں حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ و عالم تشیع بالخصوص مراجع عظام و علمائے اسلام اور ان کے گھر والوں کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ آیت اللہ مرعشی نجفی کو حوزۂ علمیہ اور دیگر علمی اداروں کے اہم ستون کی حیثیت حاصل تھی اور وہ ساری زندگی درس و تدریس اور تربیت و تزکیہ میں مصروف رہے۔

ایسے جلیل القدر عالم دین کا فقدان یقیناً ایک عظیم المیہ ہے۔ بارگاہ خداوندی میں ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہوئے ملت اسلامیہ ایران کو اس المیہ پر عزاداری و سوگواری کی دعوت دیتا ہوں۔

سید علی خامنہ ای

آیت اللہ مرعشی نجفی کی وفات پر صدر جمہوریہ کا پیغام

میں عالم اسلام کے مرجع عالیقدر عارف بلند مقام حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت جانگداز کے موقع پر بقیۃ اللہ الاعظم ارواحنا لہ الفداء، رہبر معظم انقلاب اسلامی، مراجع عظام، جامعہ روحانیت، خانوادہ و فرزندان گرامیٔ مرحوم اور امت اسلامیہ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔

عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت نے اپنی زندگی کو دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھا تھا اور وہ آخری لمحہ حیات تک اسی کام میں مصروف رہے۔

ان کی ذات اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوریۂ ایران کے لئے ایک مستحکم پشتوانہ کی مانند تھی اور وہ قائد انقلاب و بانی اسلامی جمہوریہ ایران امام خمینیؒ کے وفادار ساتھیوں میں تھے۔ اس ناقابل تلافی المیہ کے سلسلے میں ایران میں سہ روزہ تعزیت عمومی کا اعلان کیا جاتا ہے۔

علی اکبر ہاشمی رفسنجانی
صدر جمہوریۂ اسلامی ایران

بقیہ: تعلیمات قرآن

چیز اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکے اور اخروی سعادت ملنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے لوگوں کے درمیان انصاف کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ہی ساتھ دنیا میں حق کے قیام کی کوشش کی اور لوگوں کے ساتھ الفت و محبت، عفو و درگزر، ترویج خیر اور دفع شر کا رویہ اختیار کیا اور قرآن کریم کا یہ جملہ (انا مکنالہ فی الارض وآتیناہ من کل شئ سببا) اس کے اس اخلاق حمیدہ کی دلیل ہے۔

نوریوسرائے سنبھل میں مجالس ترحیم

اطاعت لائبریری کے ڈائریکٹر سید غلام الثقلین نے اطلاع دی ہے کہ نوریوسرائے سنبھل کے مختلف عزا خانوں اور شیعہ مسجد میں ایران کے حالیہ زلزلے میں جاں بحق تسلیم ہونے والے مومنین کے ایصال ثواب کے لئے مجالس میں امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ کے لئے فاتحہ خوانی اور رہبر عالیقدر آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی طول عمر کے لئے دعائیں کی گئیں۔

عربوں نے صدام کی بھرپور مدد کی تھی۔

—— شاہ فہد اور امیر کویت

سعودی شاہ فہد نے کہا ہے کہ آٹھ سالہ ایران ـ عراق جنگ میں عربوں کی طرف سے عراق کو بے پناہ فوجی امداد دی گئی۔ اس کے باوجود عراقی صدر کے حالیہ اقدامات کو احسان فراموشی کہا جا سکتا ہے۔

ایسوسی ایٹڈ پریس کی گذارشات کے بموجب فہد نے کہا ہے کہ اگر عراق یہ کہتا ہے کہ "ہم نے اپنے افراد قربان کئے ہیں" تو ہم نے بھی اس کو بے حساب دولت دی اور جدید اسلحے دئے نیز بین الاقوامی سطح پر اس کی حمایت کرنے میں برابر شریک رہے ہیں۔ سعودی شاہ نے مزید کہا کہ وہ (صدر) کس طرح ان حقائق کو چھپا سکتا ہے اور ہمارے احسانات کو فراموش کر سکتا ہے؟!

اسی طرح امیر کویت نے بھی اپنے ملک پر صدامی قبضہ کے بعد بیان جاری کیا تھا کہ "ایران سے جنگ کے دوران کویت کی طرف سے پہنچائی گئی بے حد و بے حساب کمک کو صدام کیسے فراموش کر سکتا ہے؟!"

کویت نے عراق کو ۱۴۰ ارب ڈالر کی مالی امداد فراہم کی تھی

کویت کے وزیر خارجہ شیخ صباح الاحمد الصباح نے اپنے حالیہ سفر ایران کے دوران اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ایران پر مسلط کردہ جنگ کے دوران کویت نے عراق کو بھاری امداد فراہم کی ہے۔

مصری خبر رساں ایجنسی سے ایک ملاقات کے دوران کویتی وزیر خارجہ نے بتایا کہ گذشتہ آٹھ سالہ جنگ کے دوران کویت نے عراق کو ۱۴۰ ارب ڈالر کی مالی امداد فراہم کی تھی اور ایران کے مقابلے میں عراقی فوجی توازن کو برقرار رکھنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔

شیخ صباح نے فرانسیسی ریڈیو "الشرق" سے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی اعتراف کیا کہ ایران عراق جنگ کے دوران کویت نے اپنی بندرگاہوں کو عراق کے حوالے کر رکھا تھا اور عراق ان بندرگاہوں کو فوجی اور تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کیا کرتا تھا۔

میرے بیٹے کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے

آیت اللہ العظمیٰ ابو القاسم خوئی

آیت اللہ ابو القاسم الخوئی نے اپنے حالیہ بیان میں یہ اعلان کیا کہ میرے بیٹے عباس خوئی کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے لہٰذا میں اسے "عاق" کرتا ہوں۔

اپنے اس بیان میں جس پر ان کی مہر و دستخط موجود ہے، آیت اللہ خوئی نے کہا ہے کہ میرے بیٹے عباس خوئی کو شیطان نے ایک طویل مدت سے گمراہ کر رکھا ہے اور اس نے ایسی راہ و روش اختیار کر رکھی ہے جو رضائے الٰہی کے برعکس ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ چونکہ میرا بیٹا میری نصیحتوں کو نہیں سنتا ہے اور اصلاح کی طرف مائل نہیں ہے اس لئے میں اس بیان کے ذریعہ اس کو "عاق" کرتا ہوں۔ اس نے میرے معتمد لوگوں پر جھوٹے الزامات عائد کئے ہیں لہٰذا میں اس کے خلاف شرعی حد جاری کرنے کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

امریکی فوج حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے آئی ہے !!!

—— امام کعبہ کا اعلان

سعودی عرب کے بلند ترین مذہبی رہنما نے اپنی عالیشان رہائش گاہ سے اعلان کیا ہے کہ امریکی فوج سعودی حکومت اور مسلمانوں کے حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے سعودی عرب آئی ہے۔

سعودی عرب میں امریکی فوج کی موجودگی پر اعتراض کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام کعبہ نے کہا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو امریکی

فوج کی قدر کرنی چاہیئے کہ وہ سعودی حکومت اور مسلمانوں کے مقدس اماکن کے تحفظ کے لئے اتنی طویل مسافت طے کر کے یہاں آئی ہے۔

واضح رہے کہ سعودی عرب کے اسی مذہبی رہنما نے دوران حج ایرانی اور غیر ایرانی حجاج کے قتل کا فتویٰ صادر کیا تھا اور آج بھی وہ علاقے میں امریکی مفاد و مصالح کے تحفظ کی راہ پر گامزن ہے۔

خلیج فارس میں امریکی فوج کی موجودگی خطرے کا باعث

صدر جمہوریہ ایران کا انتباہ

ولید جنبلاط کی حجت الاسلام والمسلمین ہاشمی رفسنجانی سے ملاقات۔

وزیر ان لبنان کے وزیر راہ و نقل و حمل جناب ولید جنبلاط نے جمہوریہ اسلامی ایران کے صدر حجت الاسلام والمسلمین ہاشمی رفسنجانی سے ملاقات کی۔

ایرانی قوم نے اپنے حق پسندانہ و منصفانہ موقف میں جس طرح کامیابی حاصل کی ہے اس پر جناب ولید جنبلاط نے صدر جمہوریہ ایران کو ملاقات کے دوران مبارکباد پیش کی۔

موصوف نے ان حالیہ واقعات کے پیش نظر جو لبنان میں رونما ہوئے ہیں اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے جمہوری اسلامی ایران کو چاہیئے کہ جس حد تک ممکن ہو سکے وہ زیادہ سے زیادہ لبنان کی مدد کرے۔

منطقۂ خلیج فارس میں جو سیاسی تبدیلیاں گذشتہ چند روز کے دوران وقوع پذیر ہوئی ہیں ان سے متعلق صدر جمہوریۂ ایران نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں منطقۂ خلیج فارس میں امریکی فوج کی موجودگی کے باعث تشویش ہے کیونکہ اس کی موجودگی نے خلیج فارس کے مستقبل کو گوناگوں خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

اسی ضمن میں انہوں نے مزید فرمایا کہ مکہ و مدینہ جیسے مقدس مقامات کے اطراف و جوانب میں امریکیوں کی موجودگی نے مسلمانوں کے جذبات کو سخت مشتعل کر دیا ہے۔ ہماری رائے میں عراق کو چاہیئے کہ وہ کویت سے اپنی فوج کو واپس بلالے۔ اور خلیج فارس میں جو مسائل رونما ہوتے ہیں انھیں حل و فصل وہی ممالک کریں جو اس منطقے میں واقع ہیں۔

خلیج فارس میں امریکہ کی جانب سے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی پر ایران کا سخت احتجاج

تہران۔ ۳۰ر جولائی ۱۹۹۰ء کیہان ہوائی کی نیوز سروس کی اطلاع کے مطابق خلیج فارس اور بحر عمان میں امریکہ کی طرف سے جو بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی گئی ہے اس پر ایران نے سخت احتجاج کیا ہے۔

اقوام متحدہ سے موصولہ اطلاعات کے مطابق: خلیج فارس اور بحر عمان کی حفاظت کے لئے جو عام گشتی دستے متعین تھے ان میں امریکہ نے اپنا فضائی دستہ بھی داخل کر دیا ہے۔ اس کے اسی اقدام پر جمہوری اسلامی ایران نے سخت احتجاج کیا ہے۔

ایرانی مفادات کی حفاظت کے لئے واشنگٹن میں جو دفتر قائم ہے اس نے سفارت الجزائر کے ذریعہ وزارت خارجہ امریکہ کو جو خط لکھا ہے جس میں امریکہ کے فضائی دستوں کے اس اقدام کو منطقۂ مشرق وسطیٰ میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا ہے۔

مذکورہ خط میں ایران نے وزارت خارجہ امریکہ کو لکھا ہے کہ بتاریخ ۹ر اور ۱۱ر جنوری ۱۹۹۰ء خلیج فارس و بحر عمان میں امریکہ کے بحری بیڑہ نے ایران کے ہوائی جہازوں کو اس وقت متنبہ کیا جب کہ وہ اس منطقے میں گشتی پہرے پر تھے اور ان سے کہا گیا کہ وہ اپنا مقررہ راستہ تبدیل کر دیں۔

اس کے علاوہ بتاریخ ۲۴ر جنوری ۱۹۹۰ء امریکہ کے جنگی جہاز ... نے گشتی پہرے کے ایک ایرانی ہوائی جہاز کو روک لیا اور دس منٹ تک اس کا تعاقب کرتا رہا۔

موصولہ خبروں میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ خط کی ایک نقل اقوام متحدہ میں ایرانی نمائندے کے دفتر کی جانب سے سکریٹری جنرل کے نام روانہ کر دی گئی ہے۔ جسے بتاریخ ۲۷ر جولائی روز جمعہ سلامتی کونسل نے سند کے طور پر شائع بھی کر دیا ہے۔

منیٰ سرنگ کا حادثہ سعودی حکومت کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

روسی آذربائیجان کے صدر اوقاف امور مذہبی کا بیان

آستارا۔ ۲۹ر جولائی ۱۹۹۰ء۔ روسی آذربائیجان کے صدر اوقاف امور مذہبی نے کہا ہے کہ ایسے تمام شواہد موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منیٰ سرنگ کا حادثہ سعودی عرب حکومت کی غفلت کے باعث وقوع پذیر ہوا۔

روسی آذربائیجان اور ماورائی قفقاز علاقے کے صدر اوقاف امور مذہبی شیخ الاسلام اللہ شکور پاشازادہ دیگر حجاج بیت اللہ کے ہمراہ اپنے ملک کا عظیم ترین کارواں تشکیل دے کر آستارا نامی مقام سے سرحد عبور کر کے زیارت مقامات مقدسہ کی غرض سے ایران میں داخل ہوئے ہیں۔ اس موقع پر موصوف نے کیہان اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے منیٰ سرنگ کے حادثہ کا ذمہ دار سعودی حکومت کو قرار دیا۔ اس ضمن میں موصوف

نے کہا کہ: جس روز یہ حادثہ رونما ہوا اگرچہ اس روز ہم وہاں موجود نہ تھے مگر اس سلسلے میں ہم نے جو تحقیقات کیں اور اس حادثے سے متعلق دیگر زائر برادران سے جو سوال کئے تو ہمیں ایسے شواہد مل گئے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سعودی حکومت کی غفلت کے باعث رونما ہوا اور یہ گناہ اسی حکومت کی گردن پر رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ امت مسلمہ اس حادثہ کی ضرور تفتیش و تحقیق کرتی رہے گی۔

اس ضمن میں موصوف نے مزید کہا کہ: اچانک بجلی کا بند ہونا اور سرنگ میں جو پائپ لگے ہوئے ہیں ان میں سوراخ ہو جانا سعودی حکومت کے ذمہ داروں کی سہل پسندی کا بین ثبوت ہیں۔ چنانچہ وہ دن دور نہیں جبکہ اس حادثے کے تمام اسباب و علل منظر عام پر آجائیں گے۔ اور اس وقت میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کوئی سیاسی نقطۂ نظر نہیں بلکہ امر واقعی ہے۔

وہی فرائض انجام دینے کی اب جو نسبتاً آزادی مل گئی ہے اس سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام اللہ شکوری نے فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں میری یہ التجا ہے کہ وہ دن جلد آئے کہ اس فوجی حکومت کا تسلط ہمارے سروں سے دور ہو۔ گفتگو کے اختتام پر شیخ الاسلام نے مزید کہا کہ اس وقت ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جمہوری اسلامی ایران اور روسی آذربائیجان کے درمیان لوگوں کی باہمی آمد و رفت شروع ہو جائے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہم جلد ہی اس مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

ایران کی اقتصادی حالت پہلے کے مقابلہ اب زیادہ بہتر ہے۔

بین الاقوامی ادارۂ ذرائع مالیات کا بیان

۱۴ اگست۔ بین الاقوامی ادارۂ ذرائع مالیات نے اطلاع دی ہے: کہ ایران، عراق کی ہشت سالہ جنگ بندی کے بعد کثیر تباہی کے باوجود ایران کی اقتصادی حالت بتدریج مگر یقیناً بہتر ہو رہی ہے۔

مغربی جرمنی کی نیوز ایجنسی نے واشنگٹن سے اطلاع دی ہے کہ بین الاقوامی ادارۂ ذرائع مالیات نے کہا ہے کہ عراق کے ساتھ جنگ سے قبل ایران جس قدر تیل نکال رہا تھا اب اس مقدار کو از سر نو بحال کرنے کی کوشش کر رہا ہے جس کے باعث ۱۹۸۹ء کے دوران اس کی اقتصادی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ چنانچہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے سال جاری میں اس کی اقتصادی بہبودی میں ۶ فی صد اضافہ ہوگا۔

مذکورہ اطلاع اس مذاکرے کے اختتام پر موصول ہوئی ہے جو بارہ سال بعد پہلی مرتبہ حکومت ایران اور بین الاقوامی ادارۂ ذرائع مالیات کے درمیان عمل پذیر ہوا ہے۔

ایران خلیجی بحران میں اپنے مفادات کی نگرانی خود کرے گا

شورای عالی امنیت ملی کا فیصلہ۔

۱۲ اگست۔ جمہوری اسلامی ایران کی شورئ عالی امنیت ملی نے اپنی گذشتہ نشست میں وزارت خارجہ کو ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ کویت میں ایرانی نژاد افراد کے تحفظ کے لئے لازمی اقدامات کرے۔

شورئ عالی امنیت ملی کا یہ جلسہ صدر جمہوری اسلامی، حجت الاسلام ہاشمی رفسنجانی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں بحری، بری اور فضائی افواج کے کمانڈر اور سیاسی مشاورین شریک تھے۔ کویت پر عراقی قبضہ کے بعد خلیج فارس میں پیدا ہونے والے بحران اور اس منطقہ میں اغیار کی بے مثل و بے حساب فوجی قوت کا وجود، اس جلسہ میں مورد بحث رہا۔

شورای امنیت ملی نے سخت تنبیہ و تاکید کے ساتھ کہا ہے کہ سرزمین کویت پر عراق کے غاصبانہ قبضہ نیز اسکو عراق کا ضمیمہ بنا لئے جانے کو ہم کسی بھی سبب و بنیاد پر قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ لہذا ہم مملکت کویت کو اصولی اور قانونی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ کہ آب و منطقہ خلیج فارس میں خارجی فوجی قوت کی افزائش سے بحران میں اضافہ ہو رہا ہے لہٰذا ہم خود اس منطقہ کی نگرانی کریں گے۔

شورای امنیت ملی نے یہ بھی ہدایت کی ہے کہ جمہوری اسلامی ایران کے نزدیک واحد راہ حل یہ ہے کہ عراق بلا کسی شرط کے فوراً کویت سے اپنی فوج واپس بلالے۔ اور ہم بادقت نظر علاقے کے حساس اور بحرانی علاقوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

اس جلسہ میں یہ بھی طے پایا ہے کہ جمہوری اسلامی ایران مکمل مستعدی و آمادگی کے ساتھ بہر صورت اپنے مفادات کی نگرانی کرے گا۔ جلسہ کی دیگر تصمیمات میں یہ بھی ہے کہ شورای عالی امنیت ملی نے وزارت خارجہ کو ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ کویت میں اہل وطن کے تحفظ کے لئے لازمی اقدامات کرے۔

> **تصحیح:**
>
> راہ اسلام شمارہ ۱۲۶ میں ص ۲۷ پر "قطعہ تاریخ وفات" عنوان کے تحت سید ساجد اصغر زیدپوری کا کلام ہے۔ "بارہ بنکی" غلطی سے لکھ دیا گیا تھا۔

بزم مسالمہ

انجمن حیدری (رجسٹرڈ) دہلی کے زیر اہتمام شہید اعظم، محسن انسانیت حضرت امام حسین علیہ السلام کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۱۸ اگست ۱۹۹۰ء کو غالب اکادمی نئی دہلی میں ایک یادگار بزم مسالمہ منعقد ہوئی جس میں دہلی و بیرون دہلی کے بہت سے ممتاز شعراء نے بارگاہ حسینی میں احترام و عقیدت سے بھر پور سلام اور نظمیں پیش کیں جن میں ماتحر لکھنوی، قاسم شبیر نصیر آبادی، جاوید وشِشٹ، زبیر رضوی، محمود سعیدی، دھرمیندر ناتھ، محسن زیدی، حیات لکھنوی، رگھوناتھ سہائے امید، عظیم امروہوی، افضل صدیقی ابرار کرتپوری، سلیم شیرازی اور صوفی اکرام صابری صاحبان قابل ذکر ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور مشہور خطیب ڈاکٹر موسی رضا صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں خالص سماجی اور انسانی نقطۂ نظر سے امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور کارناموں کے مختلف پہلوؤں کا فکر انگیز جائزہ پیش کیا۔ مہمانان خصوصی کے طور پر جناب میر مشتاق احمد (سابق چیف ایگزیکیٹو کونسلر دہلی) جناب آقائی جمشیدی بروجردی (فرسٹ سکریٹری سفارت خانۂ اسلامی جمہوریۂ ایران، نئی دہلی) جناب شریف الحسن نقوی (سکریٹری دہلی اردو اکادمی) جناب ڈاکٹر کوکب قدر (ریڈر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) اور جناب مولانا عقیل الغروی (وائس پرنسپل جامعۃ الثقلین، دہلی) شریک بزم ہوئے نظامت کے فرائض خوشگوار طور پر جناب ذہین نقوی نے انجام دیئے۔

بمبئی میں امام خمینیؒ کی برسی۔ ایک رپورٹ

انقلاب اسلامی ایران کے قائد عظیم الشان امام خمینیؒ کی برسی کے موقع پر ساری دنیا کے مسلمانوں نے مختلف انداز میں ان کی جدائی کا سوگ منایا۔ ہندستان کے مختلف شہروں اور دیہاتی علاقوں کی طرح اس ملک کے مشہور شہر بمبئی میں بھی ان کی عزاداری و سوگواری کے مراسم ادا کئے گئے۔ عاشقانِ اسلامی انقلاب نے شہر کے چار حصوں میں الگ الگ مجلس عزا کا پروگرام رکھا اور پانچویں روز بمبئی میں واقع ایرانی مسجد میں ایک خصوصی پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں مختلف مقررین نے امام خمینیؒ کے مختصر حالات اور ان کی گرانقدر خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد امام جمعہ ابوظبی جنہیں نجف میں امام خمینیؒ کا شرف حاصل ہو چکا ہے، نے ایک تفصیلی تقریر فرمائی اور امام امت کی خدمات کی طرف حاضرین مجلس کو متوجہ کیا۔

مجالس عزاداری کے علاوہ رحلت امام خمینیؒ کی پہلی برسی کے موقع پر ایک مظاہرہ کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں سوگواروں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ مظاہرہ مسجد شیعیان بمبئی سے شروع ہو کر ایران کلچر ہاؤس کے سامنے ختم ہوا۔ مظاہرہ میں شریک لوگ اپنے ہاتھوں میں امام خمینیؒ کے ارشادات پر مشتمل تختیاں لئے ہوئے تھے اور سبھی لوگ عالمی سامراج بالخصوص شیطان بزرگ امریکہ اور دیگر استکباری طاقتوں کے خلاف فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے جس کا ذکر بمبئی کے مختلف اخبارات میں بھی کیا گیا۔

مجلس عزاداری و سوگوارانہ مظاہروں کے علاوہ مختلف علماء، دانشوروں نے بمبئی سے شائع ہونے والے اخبارات میں مضامین بھی لکھے اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگرچہ قائد ملت اسلامیہ عالم اب ہمارے درمیان نہیں رہ گئے لیکن ان کے ارشادات عالیہ آج بھی عالم اسلام کے دردمند اور حساس مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی کا وسیلہ ہیں۔

زلزلہ زدگان کے لئے گجرات میں تعزیتی جلسہ

ماسٹر شیخ علی حسن کی گزارش کے مطابق ایران

میں حالیہ زلزلے سے جان و مال کی جو تباہی ہوئی ہے اس پر اظہار رنج و غم کی غرض سے ایک تعزیتی جلسہ بتاریخ یکم جولائی ۱۹۹۰ء بمقام حسینی امامباڑہ و تاج پورہ احمد آباد (گجرات) منجانب الغدیر ایسوسی ایشن احمد آباد (جو کہ احمد آباد کی تمام شیعہ اثنا عشری جماعتوں اور انجمنوں سے مل کر ایک متحدہ ادارہ تشکیل پایا ہے) اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کیا گیا۔

جناب مولانا ابن حسن الملوی واعظ نے اپنی تعزیتی تقریر سے جلسہ کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ عالم اہل سنت جناب مولانا ابو الکلام صاحب نے بارگاہ رسالت میں نعت و سلام کا نذرانہ پیش فرمایا۔ مولانا سید مبارک حسین صاحب نے مجلس عزا سے خطاب فرمایا۔

شیعہ و سنی حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجموعی اعتبار سے جلسہ بہت ہی کامیاب و بامقصد رہا۔ ایک تعزیتی قرارداد بھی منظور کی گئی جو مولانا ابن حسن الملوی واعظ نے جلسہ میں پڑھ کر سنائی۔ جسمیں ایک تعزیت نامہ سفید کپڑے پر تحریر کر کے حاضرین جلسہ کے دستخط سے آراستہ کر کے قائد انقلاب اسلامی ایران حضرت آیت اللہ السید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جانا بھی شامل ہے۔

احمد آباد سے امدادی ساز و سامان ایران بھیجنے کی غرض سے الغدیر ایسوسی ایشن احمد آباد کی جانب سے ایک وفد عزت مآب ڈاکٹر احمدی ڈائریکٹر خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران بمبئی کی خدمت میں بھی روانہ کیا گیا۔

سنگراہ ضلع کرگل (کشمیر) میں امام خمینیؒ کی برسی

اصغر علی آخوندی سے موصولہ ایم۔ اشو رے کے

مطابق حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کے پہلی برسی کے موقع پر مورخہ ۴ر جون ۱۹۹۰ء کو ضلع کرگل کے سنگراہ گاؤں میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔

بڑی تعداد میں لوگ جلوس کی شکل میں امام باڑہ گونگمہ پہنچے ان کے ہاتھوں میں سیاہ پرچم تھے وہ نوحہ پڑھ رہے تھے۔ تقریباً سبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ امامباڑے میں جلوس جلسہ میں تبدیل ہوگیا۔ جلسہ کی صدارت جناب آخوند محمد جواد نے کی۔ جلسہ میں مقررین نے حضرت امام خمینی قدس سرہ الشریف کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

اس کے بعد ختمات قرآن برائے ایصال ثواب بروح مقدس حضرت امام قدس سرہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔

اختتام پر جناب آخوند محمد جواد نے امام امت کی حیات اور ان کی اسلامی خدمات کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور مومنین سنگراہ کو حضرات امام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے مشن اور تعلیمات سے روشناس کرایا۔

ہندستانی نقاشوں کے فن پاروں کی نمائش

نئی دہلی۔ رفیع مارگ پر واقع آل انڈیا فائن آرٹس اینڈ کرافٹس سوسائٹی (AIFACS) کی آرٹ گیلری میں ۲۴ر اگست تا ۳۰ر اگست ۱۹۹۰ء میں ہندستانی نقاشوں کے فن پاروں کی نمائش کی گئی۔ اس نمائش کا انصرام خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران نئی دہلی کی جانب سے کیا گیا تھا۔ سیکڑوں لوگوں نے نمائش کو دیکھا اور اس سے متعلق اپنے احساسات و نظریات کو رجسٹر پر تحریر کیا۔

۲۴ر اگست شام کے وقت شری آنند دیو، وائس چیئرمین، للت کلا اکادمی نے اس کا افتتاح کیا۔ اس نمائش میں جناب محمد الیاسین ریڈر جامعہ ملیہ اسلامیہ، رضا زیدی، ریڈر جامعہ ملیہ اسلامیہ اور سرفراز زیدی لیکچرر علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی نقاشیوں کے فن پارے شامل تھے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تاریخوں میں دہلی میں بعض سیاسی وجوہ پر ہڑتال تھی۔ تاہم نمائش دیکھنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔

نقاشی کے فن پاروں کی نمائش کے ایک حصے کا منظر

بسمہ تعالیٰ

اہم اطلاع   اہم اطلاع

کل ہند مقابلہ قرأت حفظ قرآن کریم

عید میلاد النبیؐ اور ہفتۂ وحدت (۱۲ تا ۱۷ ربیع الاول) کے موقع پر خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کی جانب سے ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۹۰ء بروز پنجشنبہ، مقابلہ حفظ و قرأت قرآن کریم کا اہتمام کیا ہے، جس میں ہر ایک ہندوستانی قاری و حافظ شرکت کا مجاز ہے۔

ان مقابلوں میں اول انعام حاصل کرنے والے حافظ و قاری کو بطور انعام: ہفت روزہ دورہ ایران کا موقع ملے گا، دوم تا پنجم انعام حاصل کرنے والوں کو اُن کے شہر سے آمد و رفت کرایہ علاوہ نقد انعامات بھی دئے جائیں گے۔ چھٹے سے دسویں نمبر تک انعام حاصل کرنے والوں کو ریل کا سیکنڈ کلاس کرایہ آمد و رفت دیا جائے گا۔ ان مقابلوں میں شرکت کرنے والے تمام قراء و حفاظ، پروگرام کے آغاز سے اختتام تک خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کے مہمان کی حیثیت سے رہیں گے اور ہر ایک کو ایک عدد قرآن مجید بطور تحفہ پیش کیا جائے گا۔

مقابلے میں شرکت کے لئے لازمی شرائط:

۱۔ ہر امیدوار کے پاس مستند یا تسلیم شدہ کسی ادارہ قرأت قرآن کریم کی سند یا شناختی کارڈ ہونا چاہیئے۔

۲۔ امیدوار کا سن ۱۸ سال سے زیادہ ہونا چاہیئے۔

۳۔ اس سے قبل مقابلوں میں شرکت اور حاصل شدہ مقام کا سرٹیفیکیٹ

۴۔ مذکورہ بالا تمام شرائط پوری کرنے والے سبھی امیدوار ۲۸ ستمبر سے قبل خانۂ فرہنگ شعبہ روابط عمومی کو اپنی درخواست کے ساتھ اپنی ایک عدد فوٹو اسٹیٹ کاپی منسلک کرکے ارسال فرمائیں۔ کاونٹر پر یہ درخواستیں یکم اکتوبر تک وصول کی جائیں گی۔

خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۱۸۔ تلک مارگ۔ نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۱

بتعالیٰ

تعزیت حضرت رسول خداؐ و حضرت امام حسنؑ

افضل المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ۲۸ صفر المظفر

اور تاریخ میں آنحضرتؐ کے فرزند عزیز حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر

ادارہ جملہ مسلمین و مستضعفین جہان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے

تعزیت اربعین حسینی

سید الشہداء کے چہلم کے موقع پر ہم حضرت بقیۃ اللہ، منتقم خون حسینی صاحب العصر

والزمان، امام مہدی عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور جملہ عزاداران اہلبیت بالعموم جملہ مسلمین و

مستضعفین کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔

وصیتِ امام ایک جھلک

ہماری قوم بلکہ تمام اسلامی قوموں اور مستضعفین عالم کو فخر ہے
کہ ان کے دشمن جو خدائے بزرگ، قرآن کریم اور اسلام عزیز
کے دشمن ہیں ایسے درندے ہیں جو اپنے منحوس اور مجرمانہ
مقاصد کی تکمیل کی خاطر کسی قسم کے بھی جرائم و خیانت سے
عار محسوس نہیں کرتے اور اپنی پست خواہشات کے حصول اور اقتدار
کی لذت تک پہنچنے کی راہ میں دوست و دشمن میں تمیز نہیں کرتے
اور ان دشمنوں کا سرغنہ امریکہ ہے جس کی گھٹی میں دہشت گردی شامل ہے

امام خمینی (رح)